حضرت خضر علیہ السلام کے واقعات

مصنف

ڈاکٹر علامہ محمد خالد صدیقی القادری مدظلہ العالی

باہتمام محمد قاسم قادری عطاری ہزاروی

مکتبہ غوثیہ

محلہ فرقان آباد نزد دارالعلوم غوثیہ پرانی سبزی منڈی کراچی

فون نمبر: 4926110, 4910584

نعت پاک

آیا حج کا موسم ہوئے قافلے روانہ
چھپ چھپ آہیں بھرے آقا اک دیوانہ

مال و زر کو جب میں دیکھوں کچھ نہ میرے پاس ہے
سب کچھ جانتا ہوں پھر بھی بس اک آس ہے
آقا کرم بلالو مجھ کو پہنچا اک زمانہ

خواب میں تو آئے ہو کیوں گھر اپنے بلاتے نہیں
دِل میں رہتے ہو کیوں مدینہ دکھاتے نہیں
خواب میں جو دیکھتے ہیں آنکھوں سے دکھانا

حاجیوں جب پہنچو تم آقا کے دربار میں
پیش کرنا ادب سے سلام سرکار میں
حال میرا جو بھی تم نے دیکھا وہ بتانا

کاش ایسا دن آئے کوئی آ کے مجھ سے کہے
انہوں نے بلایا جو کہ دل میں تیرے برسوں رہے
دل میں پھر میں سوچ لوں کہ وہیں ہے مر جانا

پہلے بھی کرم کیا مجھ پہ سرکار نے
دیکھا گنبد آقا کا چشم اشکبار نے
لگا ہی رہے آقا یونہی آنا جانا

اب تو میں نے سوچا ہے سرکار جب بلائیں گے
بے شک ہم نکلے ہیں کرم وہ فرمائیں گے

خالؔد ان کے در پہ جا کے واپس نہیں آنا
چھپ چھپ آہیں بھرے آقا اک دیوانہ

(محمد خالد صدیقی القادری)

تقریظ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد و الہ و صحبہ اجمعین

امابعد! خاکسار فقیر محمد بشیر القادری عرض کرتا ہے کہ یہ وہ زمانہ ہے کہ آفتاب علوم وفنون قریب غروب پہنچ گیا ہے اور تحصیل کمالات و معارف سے ہم تم بالکلیہ قاصر ہوگئے ہیں اکثر اشخاص عقائد حقہ اہل حق اصحاب سنّت و جماعت کی تحقیقات سے محروم وناواقف ہیں ایسے حالات میں علم کی شمع کو روشن کرنا جہاد عظیم ہے، حضرت علامہ ڈاکٹر پروفیسر محمد خالد صدیقی القادری صاحب مدظلہ العالی کی دیگر تالیفات کی طرح اس دَور میں ایسی کتاب کی بہت ضرورت تھی حق تعالیٰ، فاضل جلیل پروفیسر ڈاکٹر محمد خالد مدظلہ العالی کی سعی جمیل اپنی مقدس بارگاہ میں قبول فرمائے۔ فقیر نے اس کتاب کو اوّل تا آخر تو نہیں پڑھا مگر مقامات متعددہ سے دیکھا بیان نہایت صاف اور مطالب بھی صحیح اور موجودہ زمانہ کی حالت کیلئے یہ کتاب بہت مناسب اور مفید ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا یہ قصہ قرآنِ پاک کے پندرھویں پارہ کے آخر میں موجود ہے۔ اس قرآنی قصہ سے عقائد اہلسنّت اور عظمت نبوت اور اسرار علوم لدنی کا ثبوت روشن واضح ہے اور اسی میں کرامات اولیاء اللہ اور معجزات انبیاء کرام بھی ثابت ہیں جن کے حق ہونے پر اہلسنت و جماعت کا اتفاق ہے۔ کرامات ومعجزات کے حق ہونے پر قرآن واحادیث اور یہ تواتر اخبار سے صحابہ کرام سے اوران سے جو صحابہ کرام کے بعد گزرے ہیں اور یہ تواتر معنوی ہے اس طرح کا کہ اگر ان اخبار کے قدر مشترک میں انصاف اور نیک نیتی کے ساتھ غور کیا جائے تو انکار اور شبہ کی مجال نہ رہے۔ چنانچہ حضرت خضر علیہ السلام کے کشتی توڑنے، بچے کو مارنے اور دیوار کو بلا اُجرت بنانے کے اسرار کو 'علم لدنی، بحیثیت ولی اللہ کرامات اور بحیثیت نبی معجزات کہلائیں گے' اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ان اسرار اور علوم لدنی سیکھنے کیلئے حاضر خدمت حضرت خضر علیہ السلام ہوئے جن کو علامہ موصوف مدظلہ العالی نے اپنے مخصوص انداز میں قلم بند فرمایا ہے حضرت خضر علیہ السلام کی حیات مقدس پر اس سے قبل کئی دیگر کتب میں بحث موجود ہے۔ مؤلف نے بہت اچھا کام کیا کہ اپنی اس کتاب میں اس مباحث مذکورہ کو سہل اور اُردو زبان میں لکھا اور بیان میں سہولت اور زبان میں سلاست کو ملحوظ رکھا۔

جزاک اللہ فی الدارین خیرا

راقم الحروف عبد رضا فقیر محمد بشیر القادری عفی عنہ

دارالعلوم جامعہ الاسلامیہ منہاج الفرقان گلستان جوہر کراچی

جامع مسجد فیضان نورانی' گلستان جوہر بلاک 13 پلاٹ 16

تقریظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم

زیرِ نظر کتاب **حضرت خِضر** علیہ السلام **کے حالات و واقعات** جس کے مؤلف حضرت مولانا ڈاکٹر محمد خالد صدیقی القادری مدظلہ العالی ہیں۔ اس میں حضرت سیّدنا خضر علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ اور دیگر امورِ متعلقہ پر بحث کی گئی ہے جیسا کہ خود اس کے نام سے ظاہر ہے۔

اُردو زبان میں میرے علم کے مطابق اس موضوع پر کوئی تحقیقی کتاب اس صورت میں پیش نہیں کی گئی۔ اہلسنّت والجماعت کے نزدیک راجح تربات یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں۔ قرآن مجید کے یہ الفاظ ما فعلته عن امری آپ کے نبی ہونے کو واضح کر رہے ہیں اور جمہور کے نزدیک آپ اب تک بقید حیات ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت سیّدی احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ کی نسبت ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت میں ہے کہ حضرت خضر، حضرت الیاس علیہما السلام زِندہ ہیں اور دونوں میں ایامِ حج کے دَوران ملاقات ہوتی ہے اور یہ دونوں آبِ زم زم پی لیتے ہیں جو ان کے لئے سال بھر کے کھانے پینے کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام علومِ باطنیہ کے عالم اور فیض رساں شخصیت کے مالک ہیں، حضرتِ مؤلف کی اس کاوش کو باری تعالیٰ شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور اس کتاب کو قبولیتِ عامہ عطا فرمائے...... آمین

فقط

مفتی محمد ابراہیم القادری غفرلہٗ، جامع انوارِ مصطفیٰ سکھر

25 نومبر 1995ء

تبصرہ

علامہ سیّد شاہ تراب الحق قادری

اس فقیر حقیر نے ڈاکٹر محمد خالد صدیقی صاحب قبلہ کا مقالہ **حضرت خِضر** علیہ السلام **کے حالات و واقعات** کا مطالعہ کیا۔ میں اپنی بے پناہ مصروفیات کی بناء پر مکمل کتاب تو نہ پڑھ پایا لیکن اکثر جگہوں سے مطالعہ کیا، موصوف نے کافی محنت ومشقت سے مقالہ کی تیاری کی اور نفس مضمون قارئین کو سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ میری دانست میں حضرت خِضر علیہ السلام جیسی ایک اہم شخصیت پر کوئی مبسوط و مدلل کتاب نہیں ہے اور نہ ہی میری نظروں سے گذری ہے جبکہ اس مضمون پر آسان اور سلیس زبان میں کتاب کا ہونا ضروری ہے۔

حضرت خِضر علیہ السلام کی سیرت وحیات جاننے کیلئے کافی کتب تلاش کرنے پر کہیں کہیں کوئی مضمون ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عام لوگ کماحقہٗ آپ کی شخصیت سے واقف نہیں۔

عام احباب کے مطالعہ کے لئے ڈاکٹر صاحب موصوف نے ایک اچھا کام کیا ہے۔ مضمون کے پڑھنے سے آدمی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت خِضر علیہ السلام نبی ہیں یا غیر نبی، قارئین پر واضح ہو کہ اہلسنّت کے تاجدار مجدد مائۃ حاضرہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ وہ نبی ہیں (علیہ السلام)۔

اس مضمون سے متعلق جو مفید مشورے تھے وہ فقیر نے محترم ڈاکٹر صاحب قبلہ کی خدمت میں عرض کرنے کی جسارت بھی کی ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس دینی خدمات کو اپنے دربار میں قبول فرمائے...... آمین

بجاہِ النبی الکریم علیہ وعلیٰ آلہٖ افضل الصّلوٰۃ والتسلیم

یکم جنوری 1996ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کنزالایمان ترجمہ مع تفسیر خزائن العرفان میں صدرالافاضل مولانا سیّد محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت خضر علیہ السلام کا نام بلیا بن ملکان اور کنیت ابوالعباس تحریر کی ہے۔ایک قول ہے کہ آپ بنی اسرائیل میں سے ہیں ایک قول ہے کہ آپ شاہزادے ہیں آپ نے دُنیا ترک کر کے زہدِ اختیار فرمایا۔آپ ولی تو بالیقین ہیں آپ کی نبوت میں اختلاف ہے۔آپ کے لقب خضر کی وجہ احادیث میں یہ بیان کی جاتی ہے کہ آپ جہاں بیٹھتے یا نماز پڑھتے ہیں وہاں اگر گھاس خشک ہو تو سرسبز ہوجاتی ہے آپ کا زمانہ ذوالقرنین بادشاہ کا زمانہ ہے۔ ذوالقرنین نے جن کا ذِکر قرآن مجید کی سورۂ کہف میں ہے ذوالقرنین کا نام سکندر ہے۔ یہ حضرت خضر علیہ السلام کے خالہ زاد بھائی ہیں۔انہوں نے اسکندریہ بنایا اور اس کا نام اپنے نام پر رکھا حضرت خضر علیہ السلام ان کے وزیر تھے۔دُنیا میں ایسے چار بادشاہ ہوئے ہیں جو تمام دنیا پر حکمران تھے۔ان میں دو مومن تھے،ایک حضرت ذوالقرنین اور دوسرے حضرت سلیمان علیہ السلام۔ دو کافر تھے، ایک نمرود اور ایک بخت نصر اور ایک پانچویں بادشاہ اس اُمّت سے ہونے والے ہیں جن کا اسم مبارک حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے ان کی حکومت تمام روئے زمین پر ہوگی۔ ذوالقرنین کی نبوت میں اختلاف ہے۔مولا علی مشکل کشا کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ وہ نبی نہ تھے، نہ فرشتے تھے، بلکہ اللہ سے محبت کرنے والے بندے تھے اللہ نے انہیں محبوب بنالیا تھا، انسان کو جس چیز کی حاجت وضرورت ہوتی ہے اور جو کچھ بادشاہوں کو مما لک فتح کرنے اور سلطنت کو وسیع کرنے اور پھیلانے میں چاہئے ہوتا ہے وہ سب کچھ اللہ ربّ العزت نے انہیں عطا کیا تھا ذوالقرنین نے کتابوں میں دیکھا تھا کہ اولاد سام میں سے ایک شخص چشمہ حیات سے پانی پئے گا اور اس کو موت نہ آئے گی۔ یہ دیکھ کر وہ چشمہ حیات کی تلاش میں مغرب کی طرف روانہ ہوئے اور آپ کے ساتھ حضرت خضر علیہ السلام بھی تھے، وہ تو چشمہ حیات تک پہنچ گئے اور انہوں نے پانی پی بھی لیا مگر ذوالقرنین کے مقدر میں نہ تھا۔انہوں نے نہ پیا۔اس سفر میں جانب مغرب روانہ ہوئے تو جہاں تک آبادی ہے وہ سارا فاصلہ طے کرلیا اور وہاں پہنچے جہاں آبادی کا نام ونشان بھی نہ تھا۔وہاں انہیں سورج غروب کے وقت ایسا نظر آیا گویا کہ وہ سیاہ چشمے میں ڈوبتا ہے جیسا کہ سمندر میں سفر کرنے والوں کو ڈوبتا نظر آتا ہے۔

قصص الانبیاء میں یہ واقعہ اس طرح لکھا ہے:۔

ذوالقرنین نے علماء اور حکماء سے پوچھا کہ تم نے کسی کتاب میں دیکھا ہے کہ کوئی ایسا نسخہ جس کے استعمال سے عمر اتنی لمبی ہوجائے کہ آدمی تصور بھی نہ کر سکے یا ایسا نسخہ جس کے استعمال سے آدمی کو موت نہ آئے ان میں سے ایک حکیم نے عرض کیا کہ حضور میں نے ایک قدیم کتاب ’وصیّت نامہِ آدمؑ‘ میں لکھا دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک چشمہ آبِ حیات کوہِ قاف میں پیدا کیا ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور برف سے زیادہ ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ میٹھا، مکھن سے نرم اور مشک سے زیادہ خوشبودار ہے۔

جواسکو پیئے گا اس کو موت نہ آئے گی اور قیامت تک زندہ رہے گا۔اس پانی کا نام آبِ حیات ہے یہ سن کر ذوالقرنین کے شوق میں اضافہ ہوا۔انہوں نے علماء سے کہا کہ آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں اور پوچھا ذرا یہ تو بتائیں کہ سواری کیلئے سب سے اچھا چست و چالاک جانور کون سا ہوتا ہے۔وہ بولے ایسی اچھی نسل کی گھوڑی جس نے بچہ نہ جنا ہو۔چنانچہ ذوالقرنین نے ایک ہزار گھوڑیاں منگوائیں اور حضرت خضر علیہ السلام کو سب سے آگے کیا یعنی رہبر بنایا۔پھر علماء و حکماء سے پوچھا کہ وہ وہاں پہنچنے کے بعد اگر اس جگہ جیسا کہ علماء نے بتایا تھا اندھیرا ہوا تو کیا کریں گے۔حکماء اور علماء نے کہا کہ ایسا کریں کہ شاہی خزانے سے لعل و گوہر لے لیں اگر اندھیرا ہوا تو اس کی روشنی میں آگے بڑھیں گے۔غرض ایک قیمتی لعل جو اندھیرے میں روشن ہو جاتا تھا، لیا گیا اور حضرت خضر علیہ السلام کے حوالے کیا۔تخت و تاج اور سلطنت ملازموں میں سے ایک عقلمند اور دانا ملازم کو سپرد کر کے بارہ سال کے وعدے پر اس سے رُخصت ہوئے۔جب کوہ قاف پہنچے راستہ بھول کر اس جگہ ایک سال تک پریشان و سرگرداں رہے اور اسی اثناء میں حضرت خضر علیہ السلام لشکر سے جدا ہو کر اندھیرے علاقے میں جہاں سورج کی روشنی نہیں پہنچ سکتی تھی بھٹک گئے۔پھر خیال آیا تو اس لعل کو جیب سے نکال کر زمین پر رکھ دیا اس کی روشنی سے اندھیرا دُور ہو گیا اور اللہ کی کرم نوازی سے چشمہء آبِ حیات کا ان کو نظر آیا۔حضرت خضر علیہ السلام نے وضو کر کے آبِ حیات پی لیا اور خدا کا شکر بجالائے۔چنانچہ حضرت خضر علیہ السلام کی عمر دراز ہوئی پھر وہاں سے نکل کر آئے تو ایک اور اندھیری جگہ پہنچ گئے تو دوبارہ اس لعل کو نکال کر زمین پر رکھا جس سے اندھیرا دور ہو گیا جو لشکر کے لوگ اندھیرے میں تھے تمام حضرت خضر علیہ السلام کے پاس جمع ہو گئے اس سفر میں ناکامی کے بعد ذوالقرنین نے تمام لشکر کو اپنے پاس سے رُخصت کیا۔ذوالقرنین وہیں رہ گئے اور عبادت میں مشغول ہو گئے۔چند دِنوں کے بعد انتقال کیا اور وہیں مدفون ہوئے۔

اس واقعے سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کو ہمیشہ کی زندگی عطا ہو گئی تھی وہ اسکے بعد ہمیشہ زندہ رہیں گے یعنی قیامت تک۔

لیکن تاریخ یا احادیث میں ایسا کوئی واقعہ نہیں ملتا۔جس سے یہ ثابت ہو کہ آپ کے ساتھ ذوالقرنین کے بعد سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعے تک (جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے) کیا بیتی یا آپ کیا کرتے رہے۔جیسا کہ مشہور ہے کہ آپ بھٹکے ہوئے لوگوں کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتے ہیں اور پریشان حالوں کی مدد کرتے ہیں۔البتہ موسیٰ علیہ السلام کو نبوت عطا ہونے اور فرعون کے غرق ہونے کے بعد خضر علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تعلیم دینے کے لئے حکم خداوندی ہونے کا واقعہ قرآن مجید میں تفصیل سے مذکور ہے۔جس کی تشریح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احادیثِ مبارکہ میں بڑی تفصیل سے بیان کی ہے۔ قصص الانبیاء اور تفسیر خزائن العرفان اور بخاری شریف و مسلم شریف میں مختصر و مفصل کئی جگہ واقعہ موجود ہے۔

نون کو یاد نہ رہا کہ یہ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کریں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جاگنے کے بعد سفر جاری رکھا یہاں تک کہ دوسرے روز کھانے کا وقت آیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت یوشع بن نون سے کہا کہ ہمارا صبح کا کھانا لاؤ بیشک ہمیں اس سفر میں بڑی مشقت اُٹھانی پڑی اور اب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تھکان بھی طاری اور بھوک بھی اور یہ بات جب تک مجمع البحرین تک نہ پہنچے تھے پیش نہ آئی تھی منزلِ مقصود سے آگے بڑھ کر تھکان معلوم ہوئی اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت تھی کہ مچھلی یاد کریں اور اس کی طلب میں منزل مقصود کی طرف واپس ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مچھلی مانگنے پر خادم نے معذرت پیش کی اور عرض کیا کہ مجھے شیطان نے بھلا دیا کہ میں اسکا ذِکر آپ سے کروں وہ عجیب طریقے سے زِندہ ہو کر سمندر میں چلی گئی۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہی تو ہم چاہتے تھے یعنی مچھلی کا جانا ہی تو ہماری حصول مقصد کی علامت ہے اور جن کی طلب میں ہم چلے ہیں ان کی ملاقات وہیں ہوگی (حضرت خضر علیہ السلام) پھر دونوں اپنے پیروں کے نشانات دیکھتے ہوئے واپس پلٹے اور اس جگہ پہنچے جہاں مچھلی زندہ ہوئی تھی دیکھا کہ پانی مچھلی کے چاروں طرف بڑے زور شور سے بہہ رہا ہے مگر جہاں مچھلی موجود ہے اس کے اِردگرد رُکا ہوا ہے جیسے شیشے کے ڈبے میں بند ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے حضرت یوشع علیہ السلام سے فرمایا کہ مجھ کو یہی جگہ حضرت خضر سے ملاقات کے لئے بتائی گئی تھی۔ یہیں آس پاس کہیں نہ کہیں حضرت خضر موجود ہوں گے یہ کہہ کر آپ حضرت خضر کو تلاش کرنے لگے سمندر میں کسی قدر دور جا کر ایک چھوٹا سا جزیرہ نظر آیا اس جزیرے میں پہنچے تو دیکھا کہ دور کوئی شخص سفید چادر میں لپٹا ہوا ہے آپ قریب پہنچے اور انہیں سلام کیا انہوں نے جواب دیا اور کہا اس سرزمین پر سلام کرنے والا کون آ گیا۔ آپ نے فرمایا میں موسیٰ (علیہ السلام) ہوں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے پوچھا، بنی اسرائیل کے موسیٰ (علیہ السلام)؟ فرمایا کہ جی ہاں۔ میں آپ سے بعض وہ علوم سیکھنے آیا ہوں جو مجھ کو معلوم نہیں۔ اسی اثناء میں ایک سمندری پرندہ اُڑتا ہوا آیا اور پانی میں چونچ مار کر ایک قطرہ پانی چونچ میں لے کر چلا حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ تم اپنے طور پر سمجھتے ہو کہ میں علم میں سب سے زیادہ ہوں حالانکہ انسان کا اوّل، آخر، باطن، ظاہر علم اللہ کے نزدیک اس سے بھی کمتر ہے جتنا کہ یہ پرندہ اپنی چونچ میں ایک قطرہ پانی اٹھا کر لے گیا ہے اور وہ پانی کا قطرہ سمندر کے نزدیک کیا چیز ہے؟ کچھ نہیں ایسا ہی ہمارا تمہارا علم اللہ کے نزدیک ہے دراصل اللہ تعالیٰ کو تمہاری تربیت مقصود تھی اور یہ بھی سچ ہے کہ اللہ کا عطا کردہ ایک علم مجھ کو ہے تم کو نہیں اور ایک علم (یعنی توریت کا علم) تم کو ہے مجھ کو نہیں پھر موسیٰ علیہ السلام نے کہا،

قال لہ موسیٰ ھل اتبعک علی ان تعلمن مما علمت رشدا ٥ (القرآن)

ترجمۂ کنزالایمان : اس سے موسیٰ نے کہا کیا میں تمہارے ساتھ رہوں
اس شرط پر کہ تم مجھے سکھا دو گے نیک بات جو تمہیں تعلیم ہوئی۔

اس پر خضر علیہ السلام نے کہا،

قال انک لن تسطیع معی صبرا ٥ (القرآن)

ترجمۂ کنزالایمان : کہا آپ میرے ساتھ صبر نہیں کرسکیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ادب اور تواضع سے معلوم ہوا کہ آدمی کو علم کی طلب میں رہنا چاہئے خواہ کتنا ہی بڑا عالم کیوں نہ ہو اور جس سے علم سیکھے اس سے نہایت ادب و احترام سے پیش آئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سوال (حصول علم سے متعلق) سن کر حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ صبر نہ کرسکیں گے چونکہ حضرت خضر علیہ السلام اپنے علم و کمال کی وجہ سے یہ جانتے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کام شریعت خداوندی کی پابندی کرنا اور ظاہر شریعت اور احکامِ خداوندی کے خلاف کرنے والوں پر سختی سے روکنا ہے۔ اگر مجھ سے کوئی بات ظاہری شریعت کے خلاف دیکھیں گے تو ناممکن ہے کہ وہ نبی ہونے کے ناطے خلافِ شریعت امور پر صبر کریں اس لئے فرمایا کہ آپ صبر نہ کرسکیں گے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ ایک علم اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ایسا عطا فرمایا ہے جس کو آپ نہیں جانتے اور ایک علم آپ کو ایسا عطا فرمایا ہے جو میں نہیں جانتا۔ مفسرین و محدثین کہتے ہیں کہ جو علم حضرت خضر علیہ السلام نے اپنے لئے خاص فرمایا وہ علمِ باطن اور مکاشفہ ہے اور اہل کمال کیلئے یہ باعث فضل ہے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ صدّیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر اس وجہ سے فضیلت نہیں کہ ان کی نمازیں اور ان کے اعمال دوسرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے زیادہ ہیں بلکہ ان کو اس وجہ سے دوسرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر فضیلت ہے کہ ان کا سینہ معارفِ الٰہی کا گنجینہ ہے یعنی ان کے پاس علمِ باطن و علمِ اسرار ہے اور ان علوم کے ہونے سے ان سے جو اعمال صادر ہونگے وہ حکمت سے ہوں گے اگرچہ بظاہر خلاف معلوم ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ سن کر کہ آپ صبر نہیں کرسکیں گے فرمایا چونکہ میں چاہتا ہوں کہ آپ سے علم حاصل کروں اور اللہ تعالیٰ کا حکم بھی یہی ہے تو میں تمام معاملات میں صبر کروں گا بلکہ یوں کہا کہ 'اللہ نے چاہا تو تم مجھے صابر پاؤ گے'۔ پھر حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ اگر آپ میرے ساتھ رہتے رہیں تو مجھ سے کسی بات کا مت پوچھئے گا جب تک میں خود اس کا ذکر نہ کروں، ذرا غور کریں علم ظاہر کی شروعات ہی 'کیوں' سے ہوتی ہے اب یہاں علم باطن اور علم لدنی کی تدریس کا معاملہ ہے تو کہا جارہا ہے 'کیوں' نہ کرنا معنی علمِ باطن شروع ہی فرمانبرداری سے ہوتے ہیں۔ چوں وچُرا کا سوال ہی نہیں یہ تصوف کا ایک اہم نکتہ ہے جو یہاں تعلیم فرمایا جارہا ہے اور موسیٰ علیہ السلام چونکہ علوم باطنی کا حصول چاہتے تھے اور ان کی تحصیل کو خدا کا حکم سمجھتے تھے اور چونکہ وہ خضر علیہ السلام کو استاد کی حیثیت سے تسلیم کرچکے تھے اس لئے آپ نے حضرت یوشع بن نون کے ساتھ یہ شرط قبول کی اور دونوں نے سفر شروع کیا۔ دریا کے کنارے کنارے جارہے تھے کہ ایک کشتی پر نظر پڑی جو کنارے سے دُور نکل گئی تھی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی چلانے والوں کو آواز دی۔ کشتی چلانے

والے ملاح غریب آدمی تھے آواز سن کر کشتی لوٹا لائے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم تین آدمی ہیں۔ فلاں جگہ جانا چاہتے ہیں جو کرایہ ہوگا ہم ادا کر دیں گے۔ کشتی والوں نے جب ان نورانی صورتوں کو دیکھا تو عرض کرنے لگے کہ آپ کا ہماری کشتی میں سفر کرنا ہی ہمارے لئے باعثِ سعادت و برکت ہے ہمیں کرائے کی نہیں بلکہ آپ کی دعاؤں کی ضرورت ہے یوں ان تینوں کو کشتی میں مفت سوار کرا لیا۔ جب کشتی ملک روم کے ایک چھوٹے بادشاہ جلندی کے ملک کی سرحد کے قریب پہنچی تو خضر علیہ السلام نے کلہاڑی سے اس کے ایک یا دو تختے اکھاڑ ڈالے لیکن توڑنے کے باوجود اس کشتی میں پانی نہیں آیا۔ موسیٰ نے جب یہ ماجرا دیکھا تو آپ کو جلال آ گیا وہ بالکل بھول گئے کہ ابتدائے سفر میں انہوں نے خضر سے کیا وعدہ کیا تھا۔ کہنے لگے اے خضر (علیہ السلام) کیا اتنے لوگوں کو ڈبونے کا اِرادہ ہے جو تم نے کشتی سے تختے نکال دیئے جبکہ کشتی کے مالکوں نے ہمارے ساتھ ہمدردی اور بھلائی کی ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا میں نے آپ سے پہلے ہی نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ رہیں گے تو صبر کیجئے گا۔ دراصل آپ میرے ساتھ نہیں رہ سکتے۔ اب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا وعدہ یاد آیا اور آپ کا جلال فوراً ختم ہو گیا اور آپ نادم ہوئے اور کہنے لگے کہ مجھ سے بھول ہوئی جو میں نے آپ کے کام پر اعتراض کیا کیونکہ بھول پر شریعت میں گرفت نہیں اسلئے حضرت خضر علیہ السلام نے بھی درگزر سے کام لیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ساتھ رکھا۔ پھر کشتی کنارے پر آ لگی اور یہ تینوں کنارے پر چلتے ہوئے ایک شہر کے قریب پہنچے وہاں ایک مقام سے گزر ہوا جہاں لڑکے کھیل رہے تھے حضرت خضر علیہ السلام نے ان میں سے ایک نوعمر لڑکے کو پکڑ کر زمین پر لٹا دیا اور بغیر کسی ظاہری وجہ سے چاقو سے اس کے سر کو گردن سے جدا کر کے اس کو مار ڈالا۔ موسیٰ علیہ السلام چونکہ نبی تھے اور نبی کا کام بُرے کاموں پر لوگوں کو ٹوکنا اور منع کرنا ہوتا ہے لہٰذا آپ ایک غلط کام بلکہ ایک ظلم ہوتے نہ دیکھ سکے اور پکار اٹھے اے خضر کیا کرتے ہو ایک ایسے لڑکے کا خون کر دیا جس نے کوئی گناہ نہیں کیا تھا۔ دوبارہ اس وعدہ خلافی کو دیکھ کر حضرت خضر نے فرمایا، میں نے پہلے ہی آپ سے کہہ دیا تھا کہ آپ صبر نہ کر سکیں گے۔ اب موسیٰ علیہ السلام چونکہ ایک مرتبہ کہہ چکے تھے کہ بھول ہوگئی لہٰذا اس دفعہ یہ تو نہ کہا کہ بھول ہوگئی بلکہ یوں کہا کہ خیر اب تو غلطی ہوگئی آئندہ اگر میں آپ کو ٹوکوں تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھئے گا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ قول منظور کیا اور آگے بڑھے حتیٰ کہ دوپہر کا وقت ہو گیا سب کو بھوک محسوس ہوئی تو ایک شہر انطاکیہ میں پہنچے وہاں دیکھا کہ لوگ خوشحال ہیں مکان اچھے ہیں اور شہر کی ظاہری حالت سے پتہ چلتا تھا کہ وہاں مال کی ریل پیل ہے یہ تینوں کئی ایسی جگہوں پر گئے جہاں لوگ جمع تھے اور خود کو مسافر ظاہر کر کے فرمایا کہ ہم بھوکے ہیں کوئی ہمیں کھانا کھلا دے مگر وہاں کے باشندے اتنے کنجوس تھے کہ کسی نے بھی ان کا خیال نہ کیا یہ تینوں گھوم پھر کر ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں انہوں نے دیکھا کہ ایک بوسیدہ دِیوار گرنے والی ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اس دیوار کی مرمت کر دی اور اس کو اس طرح کر دیا کہ وہ اب برسوں نہیں گر سکتی تھی۔ گو کہ یہ کوئی ناجائز اور غیر شرعی کام نہ تھا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ناگوار گزر

اکہ آپ ایک ایسے شہر میں جہاں لوگوں نے ہمیں کھانے تک کا نہ پوچھا اور بے مروتی اور بداخلاقی سے پیش آئے وہاں کی ایک دیوار بغیر اُجرت کے دُرست کردی۔

لہٰذا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے خضر! جس شہر کے لوگ اتنے بے مروت اور بداخلاق ہوں کہ مسافروں کو کھانے تک کیلئے نہ پوچھیں اگر ان کا کوئی کام کرنا ہی تھا تو آپ اجرت ٹھہرا لیتے کہ اپنے کھانے پینے ہی کا بندوبست ہو جاتا چونکہ یہ تیسرا اعتراض تھا۔ اسلئے حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ کی ہماری کیا بات طے ہوئی تھی کہ اگر اب میرے کسی کام پر اعتراض کریں گے تو بس آئندہ ہمارا ساتھ رہنا مشکل ہوگا۔ لہٰذا اب ہماری اور آپ کی جدائی کا وقت آگیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے چونکہ یہ شرط خود رکھی تھی کہ آئندہ اگر میں بولوں تو آپ کو حق ہے کہ مجھے ساتھ نہ رکھیں اس لئے کچھ نہ کہہ سکے۔ ہاں یہ ضرور کہا کہ ٹھیک ہے آپ جاتے ہیں جائیں مگر یہ جو تین واقعات آپ کے سفر میں دیکھے۔ کشتی کا توڑنا، بچے کا قتل کرنا اور دیوار کی بغیر اجرت کے مرمت کرنا، ان واقعات کی باطنی کیفیات اور حقیقت سے تو آگاہ کرتے جائیں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا ٹھیک ہے تو پھر سنئے کہ جس کشتی میں آپ سوار تھے وہ دس بھائیوں کی ملکیت تھی جن میں پانچ تو اپاہج اور معذور تھے جو کچھ نہیں کر سکتے تھے اور پانچ تندرست تھے لیکن تھے غریب اور مفلوک الحال واپسی میں انہیں ایک ملک کی سرحدوں کے قریب سے گذرنا تھا جہاں جلندی نام کا بادشاہ حکومت کرتا ہے اسنے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا تھا کہ سمندر سے اچھی اور چلتی ہوئی حالت والی کشتیوں پر قبضہ کرلو اور بحق سرکار ضبط کرلو۔ چونکہ اللہ ربّ العزت نے مجھ پر یہ باتیں منکشف فرمادی تھیں لہٰذا میں نے کشتی کو توڑ دیا اس تدبیر سے کشتی ان ظالموں کے ہاتھ سے بچ گئی اور توڑنے سے ڈوبی بھی نہیں، یوں ان غریبوں کی کمائی کا واحد سہارا محفوظ رہا اور وہ لڑکا جس کو میں نے قتل کیا اور آپ نے اس کے قتل پر جلال کا اِظہار کیا یہ ازلی طور پر کافر تھا یعنی اس کی پیدائش، طبیعت اور خلقت ہی میں کفر کا غلبہ رکھ دیا تھا۔ وہ اگر زِندہ ہو کر بالغ ہوتا تو کافر ہی ہوتا اور ایسے کام کرتا جن سے خود گمراہ ہوتا اور ساتھ ساتھ اپنے مومن والدین کو بھی اپنے گناہ میں شریک کر کے آخر کافر بنا کر چھوڑتا۔ میں نے باطن کا حال معلوم کر کے اس کو قتل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کو منظور تھا کہ لڑکے کے والدین کا ایمان بھی سلامت رہے اور اس لڑکے کے بدلے اللہ تعالیٰ ان کو ایک بیٹی عطا فرمائے گا جو ان کیلئے بڑی برکتوں والی ہوں۔ (مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس لڑکے کے بدلے اس کے والدین کو ایک بیٹی عطا فرمائی جو ایک نبی کے نکاح میں آئی اور اس سے کئی نبی پیدا ہوئے جن کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے ایک اُمت کو ہدایت دی) پھر آخری بات کہ بخیل شہر والوں کی دیوار بغیر معاوضے اور اُجرت کے میں نے مرمت کی تو آپ نے ناراضگی کا اظہار کیا تو سنئے کہ یہ دو یتیم بچوں اصرام اور صریم کی ملکیت تھی جن کے مومن ماں باپ نے اپنی حلال روزی سے کچھ مال جمع کر کے بچوں کیلئے دیوار کے نیچے دفن کر دیا تھا کہ بڑے ہونے پر انکے کام آئے اگر اس وقت یہ دیوار گر جاتی تو بچے چونکہ ابھی چھوٹے تھے انہیں کچھ نہ ملتا اور انکے عزیز و اقارب سب مال و دولت

ہضم کر جاتے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے بچوں کے حال پر رحم فرما کر یہ چاہا کہ ہمارے نیک بندے کی محنت کی کمائی ضائع نہ ہو اور جب یہ بچے بالغ ہو جائیں تو چاہے خود نکال لیں یا یہ دیوار خود گر جائے جس سے خزانہ ظاہر ہو اور ان کے مصرف میں آئے۔

ترمذی شریف میں ہے کہ اس دیوار کے نیچے سونا چاندی مدفون تھا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اس میں ایک سونے کی تختی بھی تھی اس پر ایک طرف لکھا تھا، اس کا حال عجیب ہے جو قضا و قدر کا یقین رکھے اس کو غصہ کیسے آتا ہے۔ اس کا حال عجیب ہے جسے رزق کا یقین ہو وہ کیوں پریشانی میں پڑتا ہے۔ اس کا حال عجیب ہے جسے حساب کا یقین ہو وہ کیسے غافل رہتا ہے۔ اس کا حال عجیب ہے جس کو دنیا کے زوال و تغیر کا یقین ہو وہ کیسے مطمئن ہوتا ہے اور اس کے ساتھ لکھا تھا، لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور دوسری جانب اس پر لوح پر لکھا تھا، میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں میں یکتا ہوں میرا کوئی شریک نہیں میں نے خیر و شر پیدا کئے اس کے لئے خوشی ہے جسے میں نے خیر کے لئے پیدا کیا اور اس کے ہاتھوں پر خیر جاری کیا اور اس کیلئے تباہی ہے جس کو شر کے لئے پیدا کیا اور اس کے ہاتھوں شر جاری کیا۔ تفسیر خزائن العرفان میں ہے کہ ان بچوں کے باپ کا نام کاشح تھا اور یہ شخص پرہیزگار تھا۔ حضرت محمد ابن مکندر نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندے کی نیکی سے اس کی اولاد کو اور اس کی اولاد کی اولاد کو اور اس کے کنبے والوں کو اور اس کے محلّے والوں کو اپنی حفاظت میں رکھتا ہے۔

ان باتوں کو دیکھنے اور سننے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام سے رُخصت ہونے لگے اور کہا کہ کچھ نصیحت فرمایئے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا، تبسم کی طرح ہنسنا، قہقہہ نہ مارنا، بلا حاجت کسی شے کی طلب نہ کرنا، دوسروں کی غلطیوں پر طعنہ نہ دینا، اپنی خطاؤں پر رونا۔ پھر خضر علیہ السلام رُخصت ہو گئے اور موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں تشریف لے آئے اور اپنے فرائض (رسالت و نبوت) میں مصروف ہو گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب ایک سو بیس برس کی عمر میں وفات پائی تو یوشع علیہ السلام نے ان کے قائم مقام ہو کر لوگوں کی اِصلاح کے فرائض انجام دینا شروع کئے۔ بعض لوگ اس قصّے کو بنیاد بنا کر ولی کو نبی پر فضیلت دیتے ہیں۔ جو سراسر گمراہی ہے۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام سے علم حاصل کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس کے باوجود کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں اور درحقیقت ولی کو نبی پر فضیلت دینا کفر ہے اور اگر حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام کے حق میں آزمائش اور امتحان ہے (مبارک) بات دراصل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام شریعت کے پابند نہایت اعلیٰ مرتبے کے رسول برحق، نبی اور اللہ کے کلیم ہیں آپ کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنا کر اپنے ظاہری و باطنی علمی خزانوں کی کنجیاں عطا فرمائی تھیں مگر کوئی کیسے ہی درجے پر پہنچ جائے پھر بھی اللہ کے سامنے اس کے علوم ناقص ہیں۔ ہاں جسے اللہ اپنا حبیب فرما کر تمام علوم عطا کر دے پھر اس کی کیا بات ہے۔ یہاں بات کلیم اللہ کی ہو رہی ہے جنہیں علومِ شرعیہ سے بہرہ ور فرمایا اور ایک خیال کہ

شاید مجھ جتنا علم کسی کو نہیں آتا تھا کہ اللہ ربّ العزت نے حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کروا کر اس خیال کی نفی فرمائی کہ بے شک ہم نے تمہیں کئی علم عطا کیئے مگر تمہارے علوم کی مثال ہمارے سامنے ایسی بھی نہیں کہ جیسے چڑیا سمندر سے پانی کا ایک قطرہ چونچ میں لے کر اُڑ رہی تھی۔ اس واقعے میں گو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی نسبت سب سے زیادہ عالم ہونے کا خیال ظاہر اوران کی دانست کے موافق غلط نہ تھا لیکن چونکہ حقیقت میں صحیح نہ تھا اور اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں سے بعض نہایت معمولی لغزشوں پر بھی گرفت فرمالیتا ہے اسلیئے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ اور خضر علیہ السلام کی ملاقات موسیٰ علیہ السلام کی اطلاع وتنبیہ اوران کے علوم وکمالات میں اضافے کی خاطر کرائی گئی۔ ان باتوں کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ کی سینکڑوں مصلحتیں اس میں چھپی ہوں گی جو ہماری عقل وفہم سے بالاتر ہیں۔

حضرت خضر نبی یا ولی!

یہ بات بلاشک وشبہ کہی جاسکتی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام اللہ کے ایک نیک بندے ہیں۔ اختلاف صِرف اس بات میں ہے کہ ولی ہیں یا نبی۔ ولایت پر بھی سب متفق ہیں کہ ان کی نیکی اس حد کو پہنچی تھی کہ وہ ولایت کے درجے پر فائز ہوسکتے ہیں ہاں نبوت میں اختلاف ہے۔ چونکہ صراحت کے ساتھ کسی معتبر ذرِیعے سے نبوت ثابت نہیں کہ جس سے قطعی یقین ہوجائے اس لئے علمائے کرام کے اقوال آپ کی ولایت ونبوت میں مختلف رہے علماء کی اکثریت ویسے اس بات پر متفق ہے کہ آپ نبی ہیں جبکہ کچھ علماء فرماتے ہیں کہ آپ صرف ولی اللہ ہیں۔

نبوت کے ثبوت میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رِوایت پیش کی جاتی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں اوران کا انکارِ نبوت کرنے والے اس کے مقابلے میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام عبدِ صالح ہیں۔ حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت کے اثبات میں بڑی دلیل تعلیمِ موسیٰ کے واقعے کو کہا جاتا ہے کہ 'اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ ہمارا ایک بندہ تم سے زیادہ عالم ہے' اور ظاہر ہے کہ جو شخص خود نبی نہ ہو وہ ایسے مقرب نبی سے زِیادہ کیسے عالم ہوسکتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے خضر علیہ السلام کو تلاش کر کے پالینے کے بیان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ 'اور موسیٰ اور یوشع نے ہمارے ایک ایسے خاص بندے کو پایا جس کو ہم نے اپنی طرف سے رحمت اور خاص علم عطا فرمایا تھا' اور مخصوص اور منجانب اللہ پوری طرح سے اسی علم کو کہہ سکتے ہیں جو اعلیٰ یقین طریقے سے ہو یعنی بذریعۂ وحی انبیاء کو عطا کیا گیا ہو۔ موسیٰ علیہ السلام کا حضرت خضر علیہ السلام کی خدمت میں آکر ان سے تعلیم کی درخواست کرنا اور غایتِ تعظیم اور شاگردانہ ادب سے پیش آنا اور خضر علیہ السلام سے ایک قسم کا استغناء ظاہر ہونا بھی اسی پر شاہد ہیں کہ خضر علیہ السلام بھی نبی ہیں کیونکہ ایسے بڑے جلیل القدر نبی کا اپنے ایک اُمّت سے علم حاصل کرنا اور نبی اور امتی میں برعکس معاملہ ہونا نہایت بعید ہے اس کے علاوہ خود حضرت خضر علیہ السلام کے کام یعنی کشتی کو توڑ دینا اور لڑکے کو قتل کرنا

ایسے ہیں جو صرف کشف اور الہام کی بنیاد پر کر دیے جائیں بلکہ ان امور کے لئے خاص طریقہ یعنی وحی کا ذریعہ ہی ایسا صاف ذریعہ ہے جس سے واضح طور پر معلوم کر کے پھر یہ کام انجام دیئے جائیں اور ولی کو وحی نہیں آتی۔ جبکہ نبی کا تعلق اللہ سے وحی کے ذریعے ہی ہوتا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں۔

وہ علمائے اکرام جو خضر علیہ السلام کی نبوت پر قائل نہیں وہ ان باتوں کے جواب میں فرماتے ہیں کہ خضر علیہ السلام کو بعض باتوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ عالم بتایا گیا ہے ورنہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کئی معاملوں میں حضرت خضر علیہ السلام سے برتر ہیں اور یہ بات کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کا ادب کیا تو یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اعلیٰ اخلاق کی دلیل ہے کہ انہوں نے ہر موقع پر کسر نفسی اور تواضع سے کام لے کر ادب کو ملحوظ رکھا۔ اگر وہ نبی ہیں تو کسی قوم کی طرف مبعوث کئے گئے تھے ان کے کسی امتی کا حال کسی کتاب میں کیوں مذکور نہیں؟ وغیرہ وغیرہ............

کیا خضر علیہ السّلام زندہ ہیں ؟

حضرت خضر علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ تک تو زِندہ تھے اور بقول بعض موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے کچھ عرصے بعد بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے بھی مبعوث ہوئے۔ لیکن اس بات پر تھوڑا سا اختلاف ہے کہ کیا آپ کو دائمی حیات عطا کی گئی یا عمومی حیات کے ساتھ آپ کا وصال ہو گیا۔

اکثر علماء اس بات پر متفق ہیں کہ ان کو حیات ابدی عطا فرمائی گئی اور وہ قیامت تک زندہ رہیں گے۔ حیات کی نسبت بہت سے روایت واقوال اکابر ہیں جو ثبوتِ حیات کیلئے کافی ہیں۔ یہ روایات واقوال کوئی حجتِ قطعی ہو سکتے ہیں اور نہ اس بحث میں ایسی کامل حجت کی ضرورت ہے۔ اس لئے کہ یہ مسئلہ اصول واعتقاداتِ اسلام میں داخل نہیں۔ یعنی اگر آپ نے یہ مان لیا کہ حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں اگر وہ زندہ نہ ہوئے تو خدانخواستہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو جائیں گے، یا آپ نے یوں کہا کہ آپ کا وصال ہو چکا ہے اور حقیقتاً آپ کا وصال نہیں ہوا تو آپ کے اسلام اور ایمان میں کوئی فرق آجائے گا۔ ایسا نہیں ہے۔ لہٰذا جو بات آپ تک مستند روایتوں تک پہنچی آپ اس پر یقین کر لیں یا اپنے طور پر تحقیق کر لیں۔ متعدد روایتوں سے خضر علیہ السلام کو دائمی حیات نصیب ہونا ثابت ہے۔ ان اہلِ علم کے اقوال جو اہلِ اسلام کے مقتداء اور آئمۂ دین سمجھے جاتے ہیں اسی کی تائید کرتے ہیں اور بزرگانِ دین اولیائے کرام سے بھی ثابت ہے کہ وہ زندہ ہیں۔

بعض اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو اپنی ملاقات کا شرف بھی عطا فرماتے ہیں۔ زندہ لوگوں کی طرح کھاتے پیتے سوتے جاگتے ہیں، بعض جلیل القدر محدثین جیسے امام بخاری، ابراہیم حربی، ابو جعفر منادی، ابوبکر بن العربی رحمہم اللہ کی رائے اس کے خلاف ہے، وہ فرماتے ہیں کہ...... حضرت خضر علیہ السلام کو حیاتِ دائمی نہیں دی گئی بلکہ وہ دوسرے انسانوں کی طرح دنیا سے رخصت ہو گئے اور

ان اصحاب کا یہ کہنا اپنی رائے سے نہیں بلکہ قرآن کریم کی آیات و بیشتر احادیثِ مبارکہ سے وہ یہ استدلال پیش کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے...... کل نفس ذائقة الموت o کہ سب کا انجام فناء ہے۔ ہر نفس کو موت کو ذائقہ چکھنا ہے تو حضرت خضر علیہ السلام کیسے بالاتر ہوگئے جبکہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قرآن میں ایک جگہ مخاطب کر کے فرمایا کہ...... یہ تو ہمیشہ سے ہونے والی بات ہے ہم نے آپ سے پہلے کسی کو دائمی زندگی نہیں دی۔

اس وجہ سے مندرجہ بالا علماء نے خیال فرمایا کہ خضر علیہ السلام کو بھی دائمی زندگی دیا جانا صحیح نہیں۔ جبکہ وہ علماء کرام جو دائمی زندگی خضر علیہ السلام کیلئے مانتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ایسی زندگی کسی کو نہیں دی جس میں کسی کو موت نہ آئے۔ لیکن خضر علیہ السلام کو صور پھونکے جانے تک کی طویل زندگی عطا فرمادی۔ صور پھونکے جانے پر تمام عالم کے ساتھ وہ بھی فنا ہو جائیں گے اور اس طرح ان پر بھی موت طاری ہو جائے گی اس طرح ان کا زندہ رہنا اس آیت کے خلاف نہ ہوا۔ ایک نہایت صحیح حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ' آج جو لوگ رُوئے زمین پر موجود ہیں سو سال کے بعد ان میں سے کوئی باقی نہ رہے گا' جو علماءِ کرام خضر علیہ السلام کی حیات سے انکار کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں 'خضر علیہ السلام اگر مان لیا جائے کہ حضور کی ظاہری حیات مبارکہ تک حیات تھے تو بموجب حدیثِ مبارک سو سال کے بعد زندہ نہیں رہ سکتے۔' اس کے جواب میں دائمی حیات کے قائل علماء فرماتے ہیں کہ 'رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کا یہ مدّعا نہ تھا کہ موجود لوگوں میں سے ایک بھی متنفس زندہ نہ رہے گا بلکہ مقصد یہ تھا کہ یہ زمانہ بالکل ختم ہو جائے گا۔ نہ یہ انسان باقی رہیں گے نہ یہ حالات بالکل نئے اور جدید لوگ موجود ہوں گے چنانچہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو اس روایت کے بیان کرنے والے ہیں خود ہی معنیٰ بتائے ہیں۔ کچھ علماء نے یہ بھی جواب دیا خضر علیہ السلام اس وقت زمین پر موجود نہ ہوں گے پانی اور دریا پر ہوں گے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خضر علیہ السلام اس حکم میں نہ آتے ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب کسی نبی کو بھیجا تو پہلے اس سے یہ عہد لیا کہ اگر ہماری حیات میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو ہم ان پر ضرور ایمان لائیں گے، ان کی مدد کریں گے۔ (یاد رہے کہ یہ اقرار صرف رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کیلئے کیا گیا ورنہ اللہ تعالیٰ خود عالم ہے کہ کون شخص آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے تک رہے گا اور کون نہیں۔)

دائمی حیات خضر علیہ السلام کو نہ ماننے والے علماء فرماتے ہیں کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو ضرور آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے۔ ایمان لانے کے لئے اوّل تو خدمت میں حاضر ہونا ضروری نہیں اگر حاضر ہو بھی گئے تو عام نظروں میں ظاہر نہ ہونا اور پوشیدہ رہنا ممکن ہے اسی طرح کی کئی علمی باتیں دونوں نظریات رکھنے والے علماء کے درمیان ہیں۔

سچی بات تو یہ ہے کہ انکارِ دائمی حیاتِ خضر علیہ السلام کے لئے کوئی ایسی قطعی اور قوی دلیل نہیں ہے جس کا جواب نہ ہو سکے ان مندرجہ بالا محدثین اور علماء کے علاوہ تقریباً تمام علماء اسلام اسی بات کے قائل ہیں کہ خضر علیہ السلام زندہ ہیں اور قیامت تک زندہ رہیں گے۔

روایات و واقعات

اثباتِ حیاتِ دائمی حضرت خضر علیہ السّلام

مستند و معتبر علماءِ کرام فرماتے ہیں کہ حیاتِ خضر علیہ السلام پر طبقہ صوفیاء، عرفاء و صلحاء سے اس قدر روایات منقول ہیں کہ اس بات پر کسی کو انکار نہیں۔ امام نووی اور ابن حجر کا بھی یہی قول ہے عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں کہ خضر علیہ السلام زندہ ہیں اور قیامت تک باقی رہنے والے ہیں اور لوگوں کی تعلیم و تادیب کیلئے ان سے ملتے ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ نے صورت بدلنے کی طاقت عطا فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اولیاء کو پہچانتے ہیں اور ان سے ملاقات کرتے ہیں احادیث میں دجّال کی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ وہ ایک شخص کو قتل کر کے زندہ کرے گا لیکن وہ شخص پھر بھی دجال کو جھوٹا کہنے سے باز نہیں آئے گا۔ دجّال اس کو دوبارہ قتل کرنا چاہے گا تو نہ کر سکے گا۔ حیات خضر علیہ السلام کے ماننے والوں میں سے اکثر علماء کی رائے میں وہ شخص خضر علیہ السلام ہی ہوں گے۔

عبدالرزاق محدّث، دجّال کے حال میں اس قصّے کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ میرے استادوں نے فرمایا ہے کہ...... وہ شخص خضر علیہ السلام ہی ہوں گے۔ امام مسلم کے شاگرد اور صحیح مسلم کے راوی ابراہیم بن سنان بھی یہی فرماتے ہیں۔

دار قطنی روایت کرتے ہیں کہ خضر علیہ السلام کو درازیِ عمر عطا کی گئی یہاں تک کہ وہ دجّال کو جھٹلائیں گے۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ایک روایت ہے جس سے یہ ثابت ہے کہ خضر علیہ السلام کو حیاتِ دائمی عطا کی گئی۔

کعب احبار سے مکحول روایت کرتے ہیں کہ چار انبیاء زندہ ہیں، عیسیٰ علیہ السلام و ادریس علیہ السلام آسمان پر اور خضر علیہ السلام و الیاس علیہ السلام زمین پر۔

حضرت شیخ اکبر فرماتے ہیں کہ خضر علیہ السلام کا ایام حج میں الیاس علیہ السلام کے ساتھ ملاقات کرنا بطریق کشف منقول ہے۔

تفسیر خزائن العرفان میں منقول ہے کہ شیخ ابو عمرو بن صلاح نے اپنے فتویٰ میں فرمایا کہ حضرت خضر علیہ السلام اکثر علماء و صالحین کے نزدیک زندہ ہیں یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام و حضرت الیاس علیہ السلام دونوں زندہ ہیں اور ہر سال زمانہ حج میں ملتے ہیں۔

ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ خضر علیہ السلام اور حضرت الیاس علیہ السلام ہر سال حج کے دِنوں میں جمع ہوتے ہیں اور باقاعدہ حج میں سر مونڈتے ہیں اور یہ کہہ کر باہم رُخصت ہوتے ہیں، "بسم اللہ ماشاء اللہ" خضر علیہ السلام ہر سال حج کرتے ہیں اور آب زم زم پیتے ہیں۔ بعض روایتوں میں ہے کہ یہی پانی ان کو سال بھر کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ مقامات متبرکہ میں وہ اکثر موجود رہتے ہیں۔ رَمضانُ المبارک اکثر بیت المقدّس میں گزارتے ہیں اور جس جگہ حکم ہوتا ہے وہاں پہنچ کر لوگوں کی دستگیری اور مدد کرتے ہیں عام نظروں سے پوشیدہ رہتے ہیں اور بعض مقبول لوگوں کو نظر آتے ہیں۔ جنگل سمندر اور دریا پر ہر زمانے میں لوگ ان کو دیکھتے ہیں۔

قرونِ اُولیٰ سے زمانۂ ہذا تک ملاقاتیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری زمانے سے اس وقت تک حضرت خضر علیہ السلام کی لوگوں سے ملاقاتوں کے بے شمار واقعات ہیں ہم چیدہ چیدہ واقعات نقل کرتے ہیں۔ حضرت اَنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کے صحابہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گرد بیٹھ کر رونے لگے تو ایک شخص آیا جس کے کاندھوں پر بڑے بڑے بال تھے وہ دروازے کے بازو پکڑ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غم میں بہت رویا۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا، 'اللہ کے یہاں ہر مصیبت کا صبر ہے اور ہلاک کرنے والی چیز کا بدلہ ہے اور اسی سے امید کرو کیونکہ بڑا مصیبت زدہ وہ ہے جو ثواب سے محروم رہے اور پھر سلام کرکے چلا گیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ 'ذرا اس کو بلاؤ تو!' لوگوں نے چاروں طرف ڈھونڈا لیکن وہ نہ ملے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہا کہ یہ خضر تھے۔ ہماری تعزیت کے لئے آئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی کہا کہ ہاں یہ خضر ہی تھے۔

عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں تھے کہ باہر سے کسی کے بولنے کی آواز سن کر انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ جاؤ اس باتیں کرنے والے سے کہو کہ میرے لئے دعا کرے۔ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جا کر کہا تو اس شخص نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام انبیاء پر ایسی فضیلت دی ہے جیسے رمضان کو دوسرے مہینوں پر۔ لوگوں نے جا کر دیکھا تو وہ خضر علیہ السلام تھے۔

ایک روایت ہے کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے طوافِ کعبہ کے دَوران کسی کو دعا مانگتے اور آہ وزاری کرتے سنا تو جا کر دیکھا کہ یہ خضر علیہ السلام تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات میں مروی ہے کہ وہ ایک جنازہ پر نماز پڑھانے کھڑے ہوئے تو کسی نے آواز دی کہ ٹھہریئے ہم کو بھی شریک ہونے دیجئے۔ نماز کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو بلایا تو نظروں سے چھپ گئے۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ وَاللہ یہ خضر علیہ السلام تھے۔

ایک نہایت معتبر سند کی روایت ہے کہ رباح بن عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ 'میں نے دیکھا کہ عمر بن عبدالعزیز کے ساتھ ایک شخص ان کے ہاتھ پر سہارا لگائے جا رہا ہے۔ جب وہ واپس آئے تو میں نے پوچھا کہ یہ کون آدمی تھا'...... 'عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ کیا تم نے اس کو دیکھا تھا'...... 'میں نے کہا کہ ہاں دیکھا تھا'۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم بڑے صالح آدمی ہو (کہ وہ تم کو نظر آ گئے) یہ ہمارے بھائی خضر علیہ السلام تھے انہوں نے بشارت دی ہے کہ مجھ کو حکومت ملے گی اور میں اس میں عدل کروں گا۔ (چنانچہ آپ خلیفہ ہوئے اور نہایت عدل واِنصاف سے حکومت قائم کی۔)

ابراہیم سے منقول ہے کہ وہ کعبے کے صحن میں بیٹھے اللہ کا ذِکر کر رہے تھے کہ ایک شخص نے آکر سلام کیا کہ اس سے زیادہ خوبصورت اور خوشبودار شخص میں نے دیکھا ہی نہ تھا میں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں فرمایا، تمہارا بھائی خضر ہوں اور پھر ایک ایسا عمل مجھے بتایا کہ جب اس کو پڑھتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی زیارت ہوجاتی ہے۔

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ میرے والد (امام زین العابدین رضی اللہ تعالی عنہ) سے ایک بوڑھا شخص باتیں کر رہا ہے جب وہ بوڑھا شخص چلا گیا تو میرے والد ماجد نے فرمایا کہ ان کو بلا لاؤ۔ میں نے بہت تلاش کیا مگر وہ نہ ملے تو میرے والد ماجد نے فرمایا کہ وہ خضر علیہ السلام تھے۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد تابعین اور تبع تابعین کے بعد بھی بے شمار بزرگوں کی حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔

ابراہیم بن ادہم، بشر حافی، معروف کرخی، سرّی سقطی، جنید بغدادی، ابراہیم خواص اور بھی متعدد بزرگوں کا خضر علیہ السلام کی زیارت فرمانا معتبر طریقوں سے ثابت ہے۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں کہ میں نے خضر علیہ السلام سے اشبیلیہ میں ملاقات کی انہوں نے مجھے کچھ نصیحتیں بھی کیں۔

تفسیر خزائن العرفان میں منقول ہے کہ محمد بن سماک بیمار ہوئے تو ان کے متوسّلین ان کا قارورہ لے کر ایک عیسائی حکیم کے پاس علاج کے لئے جا رہے تھے کہ راستے میں ایک صاحب ملے۔ نہایت خوبصورت چہرہ اور نہایت عمدہ لباس پہنے ہوئے ان کے جسم مبارک سے نہایت پاکیزہ خوشبو آرہی تھی۔ انہوں نے فرمایا، 'کہاں جاتے ہو؟' ان لوگوں نے کہا، ابن سماک کا قارورہ دکھانے کیلئے فلاں حکیم کے پاس جاتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا سبحان اللہ۔ اللہ کے ولی کیلئے خدا کے دشمن سے مدد چاہتے ہو۔ قارورہ پھینکو واپس جاؤ اور ان سے کہو کہ مقامِ درد پر ہاتھ رکھ کر یہ آیت بالحق انزلنہ وبالحق نزل (سورۃ بنی اسرائیل، آیت : ۱۰۵) پڑھو۔ یہ فرما کر وہ بزرگ غائب ہوگئے ان لوگوں نے واپس آکر ابن سماک سے واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے مقام درد پر ہاتھ رکھ کر یہ کلمے پڑھے۔ فوراً آرام ہوگیا۔ ابن سماک نے فرمایا۔ جانتے ہو وہ کون تھے؟ وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

کتاب تربیۃ العشاق میں حضرت قطب الاقطاب شاہ سیّد محمد ذوقی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ اولیاء اللہ خضر علیہ السلام کو زندہ مانتے ہیں اور زندہ کیوں نہ مانیں جب کہ وہ ان سے ملاقات بھی کرتے ہیں بلکہ بعض اوقات تو حضرت خضر علیہ السلام اولیاء اللہ کو اذکار و مشاغل کی تعلیم بھی دیتے ہیں۔ سلسلۂ صابریہ کی مشہور کتاب **اقتباس الانوار** میں مؤلف حضرت شیخ محمد اکرم قدوسی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ 'حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ المعروف غوث الاعظم نے ابتدائے حال میں حضرت خضر علیہ السلام سے بھی تربیت حاصل کی حقیقتِ گلزارِ صابری کے مؤلف شاہ محمد حسن صابری چشتی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت غوثِ اعظم قطبِ عالم سیّد عبدالقادر جیلانی حسنی حسینی رضی اللہ تعالی عنہ اپنی تصنیف مکتوب نطاب کربتہ الوحدت میں

رقم فرماتے ہیں کہ میں ایک سال کامل اسی جگہ تعمیلِ تعلیم میں مشغول رہا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ایک سیب کا درخت میرے قریب پیدا ہو گیا۔ عصر کے وقت اس کی ڈالی جھکتے جھکتے میرے منہ کے قریب آجاتی اور مغرب کے وقت سیب خود بخود ٹوٹ کر گر جاتا میں نے ایک سال کامل اسی سیب سے افطار کیا۔ جب اپنے پیر و مرشد کے حکم کے مطابق ذکر سلطان کو جاری پایا تو اٹھ کر بغداد کی جانب روانہ ہوا۔ ماہِ صفر کی تیرہ تاریخ ۵۱۱ھ منگل کے دن اشراق کی نماز کے وقت بغداد میں پہنچ کر جامع مسجد کے برج میں مقیم ہوا، وہیں حضرت خضر علیہ السلام حاضر ہوئے اور فرمایا کہ حکمِ الٰہی کے تحت حاضر ہوا ہوں۔ کوئی حاجت ہو تو بتائیں۔ میں نے جواب دیا کہ صرف پیر و مرشد کو میرے آنے کی اطلاع ہو جائے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے مجھ سے سوال کیا کہ یا شیخ تم نے خدا سے عہد کیا تھا کہ میں تیرے ہاتھ سے کھاؤں گا۔ پھر اس کا انجام کیا ہوا۔ میں نے سب حال گذشتہ دِنوں کا بیان کیا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تین صفتیں اللہ تعالیٰ نے خاص مجھے عطا کی ہیں۔ ایک مکاشفۂ احوال زمانہ ماضی اور استقبال ہر ایک چیز کا۔ دوسری میری نگاہ کا یہ حال ہے کہ جس سمت نظر کرتا ہوں تا کنارۂ زمین صاف نظر آتا ہے۔ تیسرے جس عضو کو منظور ہوتا ہے دِکھلاتا اور پوشیدہ کر لیتا ہوں۔

آج ہم تمہارے شیخ سے تمہارے سامنے دریافت کریں گے اور کہیں گے کہ وہ کس طرح ہمارے سامنے اپنے جس عضو کو چاہتے ہیں ظاہر کرتے ہیں اور جس عضو کو چاہتے ہیں غائب کرتے ہیں۔ یہ کہہ کر حضرت خضر علیہ السلام حضرت ابو سعید مبارک بن علی مخذومی صاحب کے مکان کو روانہ ہوئے اور تھوڑی دیر بعد آکر فرمانے لگے کہ وہ مکان پر تشریف نہیں رکھتے کہیں گئے ہوئے ہیں۔ میں نے جواب میں کہا کہ کون سی جگہ ہے کہ جہاں کا جانا آپ کو معلوم نہیں یا آپ وہاں پہنچ نہیں سکتے۔ یہ جواب سن کر حضرت خضر علیہ السلام خاموش ہو کر چلے گئے اور تین روز تک میرے پاس تشریف نہ لائے۔

بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سوانح مقامِ فرید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں صاحبزادہ محمد اقبال صدیقی نے قدیم کتاب عبودیت شریف کے حوالے سے حضرتِ بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کا ذِکر یوں لکھا ہے کہ حضرت باباجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خود بیان کیا کہ ایک اتوار کے روز افطارِ روزہ کے بعد دروازے پر ایک فقیر نے دستک دی کہ لڑکے مسعود جلدی باہر آؤ۔ اس پر میری والدہ نے مجھے بلایا پیار سے سینے کے ساتھ لگایا اور ضروری نصیحتیں کرتے ہوئے فرمایا کہ جو یہ فقیر کہے وہ سب تسلیم کرنا۔ ان نصیحتوں اور دعا کے ساتھ مجھے باہر بھیجا اور میں اس فقیر کے ساتھ ہو لیا جو ایک بڑا کمبل اوڑھے ہوئے تھا۔ اس نے میرا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیا اور خاموشی کے ساتھ چلتے رہنے کا حکم دیا۔

میں نے عرض کیا کہ کچھ کھایا پیا نہیں ہے۔ اس پر اس فقیر نے اپنا بڑا کمبل میرے سر پر ڈال دیا اور مجھے سختی سے پکڑتے ہوئے کہا کہ نہیں مانتا تو کھینچوں؟ میری کیا مجال ہے کہ نہ مانوں اور ساتھ ہی بے ہوش ہوگیا۔ ہوش آیا تو خود کو دریا کے کنارے پر پایا اور فقیر غائب تھا بے اختیار اپنے خداوند کریم کو یاد کیا اس کے حضور گریہ وزاری شروع کی کہ مولا کوئی سامان کر۔ اچانک دیکھا کہ ایک کمبل اوڑھے ہوئے حضرت خضر علیہ السلام میری جانب آرہے ہیں اور فرمایا کہ 'اے لڑکے تو کیوں پریشان ہے میں تو تجھے یہاں امرِ ربّی سے لایا ہوں تاکہ تو مشاہدۂ قدرتِ الٰہی کرے۔ نیز جہاد بالنفس اور تعلیم وہدایت میں ترقی کرے اس طرح یہاں قدرتِ خداوندی سے تیری ملاقات شاہ بحر سے ہوگی جو تجھ سے علم حاصل کرے گا۔ اس کے بعد تو جس جگہ جانا چاہے آنکھیں بند کر کے اسم قادریہ پڑھنا تو فوراً اس جگہ پہنچ جائے گا۔ اتنے بیان کے بعد حضرت خضر علیہ السلام تشریف لے گئے۔

دوسرے روز دریا میں جیسے کسی بڑے طوفان کا شور ہوا۔ شاہِ بحر اپنے لشکر سمیت حاضر ہوا اور بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں آداب بجالایا، بابا صاحب نے اسے اعمال واشغال تلقین کئے۔ پھر بابا صاحب نے وہاں چند دِن گزار کر کوچ کیا۔

حضرت سیّد محمد بندہ نواز گیسودراز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ملفوظات جوامع الکلم میں لکھا ہے کہ ایک دِن ہمارے خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ محبوب الٰہی نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ 'ایک دِن میں حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار کی زیارت کو گیا۔ جب بدایونی دروازہ میں داخل ہوا تو ایک بزرگ نے آ کر میرے ساتھ مصافحہ کیا اور پھر میرے سامنے ہَوا میں اُڑ گئے میں اسے دیکھتا رہا حتیٰ کہ وہ نظروں سے غائب ہوگئے نیز شہر کا قاضی یہ حکایت بیان کر رہا تھا کہ 'ایک دِن میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ملاقات کو گیا اور آپ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا کہ آپ نے تبسّم کرتے ہوئے فرمایا، اے قاضی شہر اس وقت خضر علیہ السلام باہر آئے ہوئے تھے، جس جگہ تم بیٹھے ہوئے ہو، وہ اسی جگہ پر بیٹھے تھے۔ اس وقت ایک خرقہ پوش درویش حضرت اقدس کے پاس آئے اور مصافحہ کیا حضرت اقدس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے چاہا کہ انہیں کچھ دیا جائے۔

آپ نے اپنے ایک خادم کو بلا کر کوئی چیز لانے کا حکم دیا ہی تھا کہ وہ درویش نظروں سے غائب ہوگئے۔ جوامع الکلم ہی میں حضرت سیّد بندہ نواز گیسودراز سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ایک طالب علم تھا جو ہر جمعرات کے دن مدرسے سے غیر حاضر ہوتا تھا۔ جب استاد نے وجہ پوچھی تو کہنے لگا کہ مجھے ہر جمعرات کے دِن حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت ہوتی ہے۔ استاد نے کہا کیا میری بھی خواجہ خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوسکتی ہے؟ اس نے کہا جا کر عرض کروں گا شاید قبول کرلیں۔

جمعرات کو جب شاگرد کی ملاقات حضرت خواجہ خضر علیہ السلام سے ہوئی تو طالب علم نے نہایت عجز وانکساری سے خواجہ خضر علیہ السلام کے سامنے اپنے استاد کی تمنا ظاہر کی۔ انہوں نے یہ بات قبول کرلی اور کہا کہ چھ ماہ کے اندر ملاقات کروں گا۔ اب استاد اس انتظار میں تھے کہ کب وہ وقت آتا ہے اور خواجہ خضر علیہ السلام کس صورت میں ملاقات کریں گے۔

ایک دن مدرسے میں ایک درویش آیا جو چیتھڑے پہنے ہوئے تھا اور کپڑوں پر کہیں کہیں غلاظت بھی لگی ہوئی تھی۔ لاٹھی ہاتھ میں تھی اور سر نیچے کیئے ہوئے اس قدر خراب حال میں تھا کہ اس کی طرف کسی نے توجہ نہ دی۔ بلکہ اسے دیکھ کر سب نے کہنا شروع کیا کہ اے درویش وہیں بیٹھ جاؤ لیکن وہ آگے چلا آیا۔ وہ طالبِ علم مجلس میں بیٹھا تماشہ دیکھتا رہا۔ قریب پہنچ کر درویش نے کہا کہ مجھے پانی کا کوزہ درکار ہے۔ استاد نے کہا اسے کوزہ بھر کر دے دو۔ جونہی ایک لڑکے نے اس کے ہاتھ میں کوزہ دیا۔ اس نے نیچے گرادیا۔ کوزہ گر کر ٹوٹ گیا اور ان کی کتابیں اور کاغذ گیلے ہوگئے جب طلباء کی کتابوں پر کوئی شخص پانی گرادے تو سب جانتے ہیں کہ وہ کیا حشر کرتے ہیں۔ سب لوگ درویش پر برس پڑے اس کی بڑی بے عزتی کی۔ جب اس واقعے کو چھ ماہ گذر گئے تو استاد نے طالبِ علم سے کہا کہ وہ معیاد گزر چکی ہے لیکن خواجہ خضر علیہ السلام نہیں آئے طالب علم نے کہا وہ تو آئے تھے لیکن آپ نے ان کی پرواہ نہیں کی۔ جو ایک روز پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے ایک دریش آیا تھا اور پانی کا کوزہ طلب کیا تھا۔ جب اس کو کوزہ دیا گیا تو اس نے گرادیا۔ جس سے طالب علموں کی کتابیں بھیگ گئیں تھیں اور سب نے ان کو برا بھلا کہا تھا۔ وہ خضر علیہ السلام نہیں تو کون تھے؟

حضرت بندہ نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا، احیاء العلوم اور قوت القلوب میں ابراہیم تیمی سے روایت ہے کہ خضر علیہ السلام کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات تھی۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہ روحانی ملاقات تھی تو فقہا روحانی ملاقات کو معتبر نہیں سمجھتے یقیناً یہ ظاہری وجسمانی ملاقات تھی۔

فوائد الفواد حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ملفوظات شریف پر مشتمل کتاب ہے۔ جسے آپ کے مرید امیر حسن علاء سنجری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ترتیب دیا ہے۔ بتیسویں مجلس میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حوالے سے حکایت بیان کی گئی ہے کہ ایک بزرگ عارفِ کامل تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے پانی پر مُصلیٰ بچھا کر یہ دعا مانگی کہ 'الٰہی خضر علیہ السلام نے ارتکابِ گناہِ کبیرہ کیا ہے۔ ان کو توبہ کی توفیق عطا فرما' اسی وقت حضرت خضر علیہ السلام ظاہر ہوئے اور دریافت فرمایا کہ 'خضر نے کون سا گناہ کیا ہے جس سے توبہ کرے' انہوں نے فرمایا کہ 'آپ نے فلاں جنگل میں ایک درخت لگایا ہے اس کے سائے میں بیٹھتے ہیں۔ اس سے آپ کو آرام ملتا ہے اور آپ کا دعویٰ ہے کہ یہ درخت خالصۃً اللہ کے لئے لگایا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام کو یہ بات یاد آئی اور فی الفور توبہ کی۔ اس کے بعد اس بزرگ نے ترکِ دُنیا کے معنی بیان فرمائے اور مثال دی کہ 'تارکِ دنیا کو اس طرح رہنا چاہیے جس طرح میں رہتا ہوں' خضر علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ آپ کس حال میں رہتے ہیں؟ جواب دیا کہ اگر تمام دنیا مجھے بخش دیں اور اس کا حساب نہ لینے کا وعدہ کریں اور یہ بھی کہیں کہ اگر تم اس کو قبول نہ کروگے تو تمہیں دوزخ میں ڈال دیا جائے گا تو میں دوزخ کو قبول کرلوں گا، دنیا کو نہیں کیونکہ دنیا مغضوبہ خدا ہے۔ (یعنی جس چیز پر غضب کیا جائے) اور جس چیز پر اللہ کا غضب ہو اللہ اس کو دوست نہ رکھتا ہو۔ اس چیز سے دوزخ بہتر ہے۔ پانچویں مجلس میں فرمایا کہ 'ایک مرتبہ شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ

تعالیٰ علیہ نے شیخ الاسلام فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دریافت کیا کہ میں نے عوام الناس کی زبانی سنا ہے کہ جب آپ نماز پڑھ کر یا ربّ کہتے ہیں تو اس کے جواب میں لَبَّیْکَ یَا عَبْدِی سنتے ہیں آپ نے فرمایا کہ 'خیر' پھر شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پوچھا کہ ایسا بھی سنا گیا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام آپ کی خدمت میں آمد و رفت رکھتے ہیں آپ نے فرمایا 'خیر' پھر پوچھا کہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مردانِ غیب آپ کے پاس آتے جاتے ہیں آپ نے اس کا انکار فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ 'تم بھی تو ابدال ہو۔'

اسی مجلس میں فرمایا کہ 'حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ابتدائے حال میں ایک مقام پر پہنچے وہاں ایک مسجد تھی اور اسی میں ایک بلند منارہ تھا اس کو ہفت منارہ کہتے تھے اور مشہور تھا کہ اس پر چڑھ کر وہ دعا جو اس مینار پر پڑھنی آتی ہے پڑھے اور دوگانہ نماز مسجد میں ادا کرنے سے حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوتی ہے۔'

الغرض آپ کو بھی خضر علیہ السلام سے ملاقات کا اشتیاق ہوا اور ماہ رمضان المبارک کی کسی شب کو اس مسجد میں تشریف لے گئے مسجد میں دو رکعت نفل ادا کیے اور مینارے پر چڑھ کر وہی دعا پڑھی اور تھوڑی دیر ٹھہرے رہے مگر کسی کو نہ دیکھا لاچار واپس آنے کا قصد کیا نکلتے ہوئے مسجد کے دروازے پر ایک بوڑھے شخص کو دیکھا اس نے مخاطب ہو کر کہا کہ 'آپ اس وقت اس مسجد میں کیوں تشریف لائے؟' آپ نے صورتحال بیان کی یہ سن کر وہ کہنے لگے کہ 'تم خضر سے مل کر کیا کرو گے وہ بھی تمہاری طرح ایک سرگرداں شخص ہے۔ اس کے دیکھنے سے کیا ہوتا ہے۔ یہ کہہ کر پوچھنے لگے کہ کیا تم دنیا کے طلبگار ہو۔' حضرت خواجہ قطب الدین نے فرمایا کہ 'یہ آپ کیا فرماتے ہیں۔' میں بالکل دنیا کی جانب متوجہ نہیں ہوں اور نہ دنیا چاہتا ہوں۔ یہ سن کر انہوں نے کہا آپ کو کچھ قرض ادا کرنا تو نہیں ہے میں نے کہا نہیں۔ یہ سن کر انہوں نے کہا پھر خضر سے مل کر کیا کرو گے۔ اس شہر میں ایک شخص ہے کہ خضر خود ان سے ملنے بارہ مرتبہ گئے مگر ان کی ذکر اللہ میں محویت و مشغولیت کی وجہ سے باریابی نصیب نہیں ہوئی۔

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک شخص پاکیزہ لباس نورانی چہرہ ہمارے درمیان آیا۔ یہ پہلا بوڑھا شخص ادب اور تعظیم سے ان کے پاس گیا اور دونوں مل کر میرے پاس آئے اور پہلے شخص نے میری طرف اِشارہ کر کے کہا کہ 'اس درویش کو نہ دنیا کی حاجت ہے اور نہ قرض ادا کرنا ہے۔ صِرف آپ کی ملاقات کی آرزو رکھتا ہے۔' اسی اثناء میں اذان ہوگئی ہر طرف سے درویش اور صوفی آنے لگے اور اچھا خاصہ مجمع ہوگیا تھوڑی دیر بعد اقامت کہی گئی۔ امام نے نماز پڑھا کر تراویح بھی پڑھائی اور بیس رکعت میں بارہ سیپارے پڑھے میرے دِل میں گزرا اگر اس سے زیادہ پڑھے جاتے تو اور اچھا ہوتا۔ نماز ختم ہوتے ہی سب جدھر آئے تھے چلے گئے۔ میں بھی اپنے مقام کو آیا اور دوسری رات جلدی وضو کر کے گیا اور صبح تک مسجد میں رہا مگر وہاں آدمی کا نشان تک نہ ملا۔

تذکرۂ اولیائے پاکستان میں علامہ عالم فقری نے حضرت مادھولال حسین قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تذکرے میں لکھا ہے کہ اسی اثناء میں ماہ رمضان المبارک بھی نزدیک آیا اور حضرت بہلول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حافظ ابوبکر سے فرمایا کہ نمازِ تراویح میں امامت 'حسین' (حضرت مادھولال حسین قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کرے گا اور قرآن سنائے گا۔

الغرض اوّل رمضان سے چھ رمضان تک حضرت حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کچھ سیپارے نماز میں سنائے اور ساتویں روز مرشد سے عرض کی کہ حضور جو قرآن مجید مجھ کو یاد تھا میں سنا چکا۔ اب آگے کیلئے کیا حکم ہے۔ آپ نے فرمایا کہ 'تو نے اب تک پڑھا ہوا سنایا ہے۔ کوئی عجیب بات نہیں ہے اب تجھے لازم ہے کہ بعدِ وضو نماز ادا کر اور پھر قرآن پڑھتا ہوا دریا تک جا اور ہمارے لئے دریا سے پانی لے آ۔ لیکن جب کوزہ بھر چکے گا تو وہاں تجھے ایک شخص سبز کپڑوں میں ملے گا۔ جو کچھ وہ تجھ سے کہے اس کی بات ماننا' انہوں نے ویسا ہی کیا۔ جب پانی بھر کے روانہ ہوئے تو ایک سبز کپڑوں میں ملبوس نورانی صورت شخص وہاں ظاہر ہوا اور کہا میرے ہاتھ پر اس کوزے سے پانی ڈال۔ حضرت حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کوزے سے ان کے ہاتھ پر پانی ڈالا۔ انہوں نے اس میں سے کچھ پانی حضرت حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے منہ میں ڈالا اور پھر انہیں واپس بھیج دیا اور کہا، اپنے شیخ کو ہمارا اسلام کہنا۔ جب حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے شیخ کے پاس آئے تو انہوں نے فرمایا، جانتے ہو وہ کون تھے؟ وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ مگر اس راز کو مخفی رکھنا۔ اس کے بعد کہا کہ اب رات کو امامت کرنا اور قرآن مجید پڑھنا۔ الغرض بتاریخ ۲۷ رمضان المبارک کو انہوں نے قرآن ختم کر لیا اور بغیر پڑھے ہوئے کو بہتر طریقے سے پڑھ کر سنایا۔

کتاب نورالصدور فی شرح القبور میں ہے کہ روایت ہے کتاب شرف المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں سعید سے کہ حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیٹھے تھے۔ ایک جماعت ان کے پاس تھی۔ اس اثناء میں ایک شخص آیا اس کی آنکھیں سبز تھیں۔ حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس سے پوچھا، کیا تیری آنکھیں پیدائشی سبز ہیں یا بیماری سے اس نے کہا آپ نے مجھ کو پہچانا نہیں۔ کہا نہیں۔ جب اس نے نام و پتہ بتایا تو سب لوگوں نے پہچانا اور پوچھا کہ تم پر کیا واقعہ گزرا اس نے بیان کے کہ 'میں اپنا کل مال واسباب کشتی میں بھر کر تجارت کے لئے یمن کی طرف روانہ ہوا، راستہ میں سخت طوفان آیا۔ کشتی ٹوٹ کر ڈوب گئی میں تختے پر بیٹھ گیا۔ دریا کے کنارے ایک جنگل میں پہنچا۔ چار مہینے تک جنگل میں گھومتا پھرتا رہا اور درخت کے پتے اور گھاس کھاتا رہا۔ ایک دن میں نے خیال کیا کہ کسی ایک طرف کا راستہ اختیار کروں تاکہ آبادی کی صورت دیکھوں یا چلتے چلتے میرا کام تمام ہو جائے پھر میں ایک طرف کو روانہ ہو گیا۔ راستہ میں ایک مکان عالی شان خوبصورت دیکھا۔ دروازہ کھول کر اس کے اندر گیا اور دیکھا کہ اس میں بڑے بڑے چبوترے بنے ہیں۔ ہر چبوترے پر موتی کا ایک صندوق رکھا ہے اور تالے سے بندھی ہوئی چابیاں سامنے رکھی ہیں۔ میں نے ایک صندوق کھولا اس کے اندر سے نہایت عمدہ خوشبو نکلی اور دیکھا کہ اس میں آدمی حریر کا خوبصورت کپڑا لپیٹے ہوئے ہیں۔'

میں نے ایک آدمی کو بلایا تو پتہ چلا وہ مردہ تھا۔ پھر میں نے صندوق بند کیا اور مکان سے باہر آ کر دروازہ بند کیا اور چل پڑا۔ راستے میں دو سواروں سے ملاقات ہوئی ایسے خوبصورت سوار میں نے کبھی نہ دیکھے تھے۔ ان کے گھوڑے کی پیشانی اور پیر سفید تھے سواروں نے مجھ سے پوچھا تو کون ہے اور کہاں سے آ رہا ہے؟ میں نے اپنا پورا واقعہ بیان کے۔ میرا حال سن کر کہا آگے چلو ایک باغ ملے گا اس میں ایک خوبصورت آدمی تم کو نماز پڑھتا ہوا ملے گا اس سے اپنا حال بیان کرنا وہ تم کو راستہ بتلا دے گا۔ میں آگے بڑھا اس آدمی سے ملاقات ہوئی۔ میں نے سلام کیا اس نے جواب دیا اور میرا واقعہ پوچھا میں نے اپنا پورا حال بیان کیا۔ جب اس نے میرے مکان میں جانے کا حال سنا تو کچھ پریشان ہوا اور پوچھا پھر تم نے کیا کیا۔ جب میں نے کہا کہ صندوق بند کر کے دروازہ بند کر دیا تب ان کی پریشانی کچھ کم ہوئی اور کہا بیٹھ جاؤ، میں بیٹھ گیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک بادل اُڑتا ہوا آیا اور اس میں سے آواز آئی، 'السلام علیکم یا ولی اللہ...... انہوں نے بادل سے کہا، تو کہاں جاتا ہے۔ بادل نے کہا فلاں شہر کو، اسی طرح بادل آتے اور آپ کو سلام کرتے اور آپ جواب دے کر ان سے پوچھتے کہاں جاتے ہو۔ یہاں تک کہ ایک بادل نے کہا بصرہ جاتا ہوں فرمایا اُتر آ۔ وہ زمین پر آ گیا تو فرمایا، اس آدمی کو اپنے اوپر سوار کر کے اس کے مکان پر صحیح سالم پہنچا دے۔ میں نے بادل پر سوار ہونے سے پہلے کہا، جس اللہ نے آپ کو یہ مرتبہ بخشا ہے میں اس کو اس کی قسم دیتا ہوں فرمایئے وہ مکان کیسا ہے اور وہ دونوں سوار کون تھے اور آپ کون ہیں؟ کہا یہ مکان دریا کے شہیدوں کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو مقرر کیا ہے کہ جو لوگ دریا میں غرق ہوں، ان کی لاشیں نکال لائیں اور حریر کے کفن میں لپیٹ کر ان صندوقوں میں رکھیں اور وہ سوار فرشتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا سلام ان کو صبح و شام پہنچاتے ہیں اور میں خضر ہوں میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ تمہارے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت کے ساتھ مجھ کو رکھے۔

پھر اس آدمی نے کہا جب میں بادل پر سوار ہو کر چلا تو اس قدر خوف مجھ پر طاری ہوا کہ میری آنکھیں خوف سے سبز ہو گئیں۔ اس قصے کو شیخ السلام ابنِ حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب اصابہ فی معرفۃ الصحابہ میں حضرت خضر علیہ السلام کے حال میں بیان کیا ہے اور تفسیر در منثور کی چوتھی جلد میں ہے کہ 'حضرت آدم علیہ السلام کو جب طوفان نوح علیہ السلام کی خبر دی گئی تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی جو شخص بعد طوفان کے مجھ کو دفن کرے تو اس کی عمر قیامت تک دراز فرما۔ حضرت خضر علیہ السلام نے بعد طوفان کے آپ کو دوبارہ دفن کیا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور خضر علیہ السلام کی عمر قیامت تک دراز کی۔'

سوانح پیر سیّد مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ 'مہر منیر' میں مولانا فیض احمد فیض صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت بابو جی مدظلہٗ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ موسم گرما میں عین دوپہر کے وقت بابا غلام فرید میری بیٹھک پر آئے اور کہا، حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھے اسی وقت پیدل راولپنڈی جانے کا حکم دیا ہے۔ میں نے کہا ٹھنڈے وقت چلے جانا مگر وہ کہنے لگے کہ ابھی جانے کا حکم ہوا ہے۔ میں نے کہا، میں گھوڑا منگوا دیتا ہوں، اس پر چلے جانا، مگر وہ نہ مانے۔ میں نے کرایہ دینا چاہا کہ ریل گاڑی پر چلے جانا تو وہ بھی نہ لیا کہ پیدل جانے کا حکم ہے۔ چنانچہ میرے اصرار کے باوجود اسی وقت چلے گئے۔ بعد میں جب ملاقات ہوئی تو بتایا کہ گولڑہ سے ذرا دُور میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ کھیتوں میں کھڑا مجھ کو اپنی طرف بلا رہا ہے۔ میں نے ان کے پاس پہنچ کر سلام کیا۔ انہوں نے کچھ دیر میرے ساتھ باتیں کیں۔ مثنویٔ مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کچھ اشعار فرما کر ان کے مطابق عمل کرنے کو کہا، پھر اچانک غائب ہو گئے۔ معلوم ہوا کہ وہ خضر علیہ السلام تھے۔

نزہۃ البساتین اُردو ترجمہ 'روض الرّیاحین' میں امام جلیل ابی محمد عبداللہ بن اسعد یمنی یافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ ایک بزرگ صاحب کرامت فرماتے ہیں کہ میں بیت المقدس میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے ممبر کے قریب بیٹھا تھا کہ دو اشخاص تشریف لائے ایک تو ہماری طرح تھا اور دوسرے نہایت قوی دراز قد تھے۔ ان کی پیشانی ایک ہاتھ چوڑی تھی اور اس میں ایک چوٹ کا نشان تھا، وہ میرے پاس بیٹھ گئے میں نے سلام کا جواب دے کر پوچھا، آپ کون ہیں؟ پہلے بزرگ جو ہماری طرح تھے بولے میں خضر ہوں اور یہ حضرت الیاس (علیہ السلام) ہیں۔ میں نے عرض کیا حضرت الیاس علیہ السلام کہاں رہتے ہیں انہوں نے فرمایا سمندر کے جزیروں میں (یعنی خشکی پر) میں عرض کیا، کیا کھاتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا، ہر رات دو روٹیاں ملتی ہیں۔ میں نے عرض کیا، آپ آپس میں ملتے بھی ہیں۔ انہوں نے فرمایا، ہاں جب کوئی ولی اللہ وفات پاتا ہے تو ہم نماز میں ملتے ہیں اور جب حج کا زمانہ آتا ہے تو ہم حج کرتے ہیں۔ پھر حج کے رُکن پورے کر کے وہ میرے بال مونڈتے ہیں اور میں ان کے بال مونڈتا ہوں۔ پھر وہ مجھ سے جدا ہو جاتے ہیں۔ سبع سنابل شریف میں میر عبدالواحد بلگرامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ فتاویٰ صوفیہ میں قوت القلوب کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے ابراہیم تیمی کو مسبعات عشر ہدیہ کئے اور انہیں صبح و شام پڑھنے کی ہدایت کی اور خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ مجھے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہدیہ کئے ہیں 'جیسا کہ سعید بن ابی طیبہ عن کرز بن وبرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ کرز بن وبرہ ابدال میں سے تھے۔ انہوں نے کہا کہ میرا ایک بھائی شام سے آیا اور میرے لئے ایک تحفہ لایا اور کہا کہ اے کرز میری جانب سے یہ تحفہ قبول کر لو یہ بہترین تحفہ ہے۔ میں نے کہا، اے بھائی تمہیں یہ تحفہ کس نے دیا۔ اس نے کہا کہ یہ مجھے ابراہیم تیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیا ہے۔

میں نے کہا ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تم نے نہ پوچھا کہ انہیں کس نے دیا ہے۔ اس نے کہا میں نے ان سے پوچھا تھا انہوں نے کہا

کہ میں صحن کعبہ میں بیٹھا ہوا تسبیح وتہلیل اور تمجید میں مصروف تھا کہ میرے پاس ایک شخص آیا۔ مجھے سلام کیا اور میری دائیں جانب بیٹھ گیا۔ میں نے اپنی زندگی میں اس سے صورت و وجاہت میں اور لباس میں اچھا اس سے اچھی خوشبو والا نہ دیکھا تھا۔ میں نے کہا، اے بندۂ خدا آپ کون ہیں؟ کدھر سے آئے ہیں۔ انہوں نے کہا میں خضر ہوں، میں نے کہا کیسے تکلیف فرمائی۔ فرمایا کہ تمہیں سلام کرنے اور محض اللہ کی وجہ سے آیا ہوں۔ البتہ میرے پاس ایک تحفہ ہے جو تمہیں ہدیہ کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا وہ کیا تحفہ ہے۔ فرمایا کہ تم طلوع وغروبِ آفتاب سے پہلے مسبعاتِ عشر پڑھا کرو اور پھر انہیں بیان فرمایا اور تاکید کی کہ انہیں چھوڑ نہ دینا۔ میں نے کہا کہ مجھے ان کا ثواب بتلایئے۔ فرمایا کہ جب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو تو دریافت کر لینا وہ خود ہی ارشاد فرمائیں گے۔ ابراہیم تیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ انہوں نے ایک رات خواب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت خضر علیہ السلام نے بیان کیا کہ انہوں نے آپ سے ایک حدیث سنی ہے (عمل) آپ نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا کہ خضر نے سچ کہا ہے اور خضر جو بات بھی کہیں وہ سچی ہوتی ہے۔ وہ تمام روئے زمین کے بڑے عالم ہیں۔ تمام ابدال کے رئیس اور اللہ کے لشکروں میں سے زمین پر ایک لشکر ہیں۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ جو شخص یہ عمل کرے گا اسے کیا کچھ عطا فرمایا جائے گا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کے تمام کبیرہ گناہ جو اس نے کئے معاف فرما دے گا۔ اس سے غضب اور عذاب اٹھالے گا اور بائیں جانب والے فرشتے کو حکم دے گا کہ ایک سال تک اس کا کوئی گناہ نہ لکھے اور اسے وہی پڑھے گا جسے اللہ تعالیٰ نے نیک بخت بنایا ہے اور بد بخت ہی چھوڑے گا۔

شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اخبار الاخیار میں فرماتے ہیں کہ اکثر اوقات خضر علیہ السلام حضور غوثِ پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجلس میں آتے تھے اور حضرت خضر علیہ السلام کی جس ولی سے بھی ملاقات ہوتی تو وہ اسے آپ کی مجلس میں حاضر باشی کی نصیحت فرماتے اور فرمایا کرتے تھے کہ جو اپنی کامیابی چاہتا ہے اسے اس مجلس میں ہمیشہ رہنا چاہئے۔

زبدۃ الآثار میں جو حضور غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کرامات و واقعات پر مشتمل کتاب ہے۔ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں، حضرت خضر علیہ السلام کو کئی مرتبہ حضور غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی محفل میں دیکھا گیا۔

کتاب تذکرۂ غوثیہ جو حضرت غوث علی شاہ قلندر قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ملفوظات پر مشتمل ہے۔ جس کے مرتب مولانا گل حسن شاہ قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ایک روز ارشاد ہوا کہ ہمارے ایک دوست تھے عبدالصمد خاں بھوپال میں ان سے بھی ملاقات ہوئی انہوں نے عجیب حکایت بیان کی کہ ایک دفعہ میں اور میرا بھائی دونوں ملک دکن کے اندر ایک راجہ کے فوجی سواروں میں بھرتی ہو گئے۔ چند روز کے بعد وہ راجہ تو مر گیا اس کے دو بیٹوں نے ریاست و سپاہ آپس میں تقسیم کر لی۔

اتفاق سے دونوں بھائیوں میں جھگڑا ہوگیا دونوں طرف کی افواج میں لڑائی ہوئی۔ ہم دونوں بھائی بھی لڑائی میں سخت زخمی ہوئے۔ رات کو میدان جنگ میں پڑے تھے کوئی پرسانِ حال نہ تھا۔ آدھی رات کے وقت پیاس کی شدت ہوئی کیا دیکھتا ہوں ایک برہمن ہاتھ پر اپنا مذہبی نشان لگائے ہاتھ میں ڈنڈا لئے اور دس پندرہ آدمی ساتھ لئے کورے گھڑے سر پر دھرے زخمیوں کو پانی پلاتے چلے آتے ہیں۔ مجھ کو ہندوؤں کے کھانے پینے سے ہمیشہ پرہیز رہا، اس لئے انکار کر دیا۔ پنڈت جی چلے گئے تھوڑی دیر بعد پھر آئے کہ خاں صاحب پیاسے کیوں مرتے ہو، پی بھی لو۔ میں نے کہا پہلے کبھی ہندو کے ہاتھ سے پانی نہیں پیا تو اب مرتے وقت کیا پیوں۔ بولے کہ خاں صاحب تم بڑے ضدی ہو۔ کیا اسی کا نام مسلمانی ہے۔ لو پانی پیو ہم تمہارے بھائی کو بھی پانی پلا آئے ہیں۔ ابھی تمہاری عمر بہت ہے۔ یہ سن کر میرے کان کھڑے ہوئے کہ یہ میرے بھائی کو کیا جانیں اور عمر کی ان کو کیا خبر۔ میں نے کہا کہ صاحب خیر پانی تو پی لوں گا لیکن یہ بتلایئے کہ آپ ہیں کون؟ فرمایا کہ میں خضر ہوں اور یہ لوگ جن کے سر پر پانی کے گھڑے ہیں ابدال ہیں۔ ہم کو حکم ہوا ہے کہ ابھی ان زخمیوں کی عمر زیادہ ہے، انہیں پانی پلاؤ۔ میں نے کہا حضرت آپ نے یہ بھیس کیوں بدلا ہے فرمانے لگے میاں چپ رہو مہاراج کہو مہاراج بہت سے ہندو اس میدان میں پڑے ہیں جن کو مسلمان کے ہاتھ سے پانی پینے میں انکار ہے۔ میں نے کہا کہ اگر آپ دوسری ملاقات کا وعدہ کریں تو پانی پیتا ہوں۔ فرمایا، ٹھیک ہے لیکن تم پہچانو گے نہیں۔ خیر میں نے پانی پیا کچھ قوت آئی۔ وہاں سے اُٹھ کر مکان پر آیا۔ پھر نوکری چھوڑ چھاڑ کر اپنے وطن کی راہ لی۔ یہاں آ کر مسجد کی اِمامت اختیار کی اور بچے پڑھانے لگا۔ کوئی پندرہ برس کے بعد ایک روز ایک سپاہی شکستہ حال، جس کی تلوار کا میان بھی ٹوٹا ہوا تھا۔ مسجد میں آیا اور کہا السلام علیکم، میں نے کہا وعلیکم السلام۔ آپ کیسے تشریف لائے۔ کہا بہت دِنوں سے تمہاری ملاقات کو دِل چاہتا تھا۔ آج سرکاری کام اِدھر کا نکل آیا۔ ہم نے کہا چلو، خان صاحب سے ملتے چلیں۔ میں نے سوچا میری ان کی جان پہچان تو ہے نہیں۔ شاید روٹی کیلئے باتیں بناتے ہیں۔ میں نے روٹی منگا کر ان کو کھلا دی جب کھا پی کر چلنے لگے تو فرمایا کہ لو خان صاحب ہم جاتے ہیں۔ پندرہ سولہ برس ہوئے کہ تم سے ملاقات ہوئی تھی اور ہم نے وعدہ کیا تھا کہ ایک دفعہ پھر ملیں گے لو آج ہم نے وعدہ پورا کیا۔ کل کو نہ کہنا کہ ہم سے وعدہ خلافی کی۔ ہم روٹی کھانے نہیں آئے تھے۔ فقط تمہاری ملاقات مقصود تھی میں سوچ میں پڑ گیا کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ اتنے میں وہ سلام علیک کر کے مسجد کے دروازے سے باہر نکل گئے۔ اس وقت مجھے یاد آیا کہ اوہو یہ تو خضر تھے۔ میں دوڑا اور ہر گلی کوچے میں دریافت کیا کسی نے اس شکل وصورت کا آدمی دیکھا ہے؟ مگر کچھ پتہ نہ لگا۔

ایک بزرگ سے ان کے ایک مرید نے عرض کیا، کوئی عمل خضر علیہ السلام کی ملاقات کا بھی ہے؟ فرمایا کہ ہاں بہت عمل ہیں لیکن ہم کو تو کوئی یاد نہیں۔ چند روز کے بعد مرید کو ایک موٹی سی کتاب دی اور فرمایا کہ اس کو پڑھو اور دیکھو اس میں کیا لکھا ہے۔ مرید نے کتاب لے جا کر مطالعہ کیا تو ایک مقام پر یہ عمل نظر آیا کہ اوّل دو رکعت نماز نفل پڑھے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد تین بار

آیۃ الکرسی، تین بار الم نشرح اور گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے اور سلام کے بعد اس دعا کو سات بار پڑھ کر سینے پر دم کرے اور بصورتِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قِبلہ رُخ شمال کو سر کرکے زمین پر سو جائے تو خضر علیہ السلام کی زِیارت سے مشرف ہوگا۔

تین روز یہ عمل کرنا ہے۔ یعنی بدھ کی رات، جمعرات کی رات اور جمعہ کی رات۔ دعا یہ ہے:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ...... حب قب طبا بیق طاء طب شافع و شفیع

و مجتمع و حرز و حریز و دیق و جنته بحق ایاك نعبد و ایاك نستعین o

انہوں نے اسی طرح عمل کیا تو پہلی رات کو ہی مشرف بہ زیارتِ خضر علیہ السلام ہوئے اور کہنے لگے کہ جو کچھ دیکھا ہے زبان سے بیان نہیں کرسکتا البتہ اتنا کہہ سکتا ہوں کہ اس وقت دِل آئینے کی مانند ہوگیا تھا۔

یہ حقیر فقیر پر تقصیر بندۂ گناہ گار محمد خالد صدیقی القادری عفی عنہٗ ذاتی طور پر ایک ایسے شخص کو جانتا ہے جس کو ایک بزرگ نے بتایا کہ کراچی کے جنوب مغرب میں تقریباً 70 تا 80 کلومیٹر کی جانب ساحلِ سمندر پر ایک ایسی جگہ ہے جہاں حضرت خواجہ خضر علیہ السلام تشریف لاتے ہیں۔ وہ ساتھی ایک روز ہمت کرکے وہاں پہنچا، بڑی ہیبت اور ڈراؤنی جگہ تھی۔ راستہ نہایت دشوار گزار، مگر وہ کہتے ہیں کہ لگن سچی ہو تو آدمی پہنچ ہی جاتا ہے، وہ ساتھی وہاں پہنچ گئے۔ طریقے کے مطابق وضو کے بعد دو رکعت نفل نماز ادا کرکے اس کا ثواب خواجہ خضر علیہ السلام کو ایصال کیا اور سمندر کی جانب جاکر دِل میں اللہ سے دعا کی کہ میں تیرے اس مقرب بندے کی زیارت کرنا چاہتا ہوں۔

اچانک بستی کا کوئی شخص جو بروہی یا بلوچی دکھائی دیتا تھا۔ سفید بال اور سر پر رومالی لپیٹے عمر 60 سے 65 سال کے قریب ہوگی۔ نہایت صاف اُردو میں سلام کیا اور پوچھا، آپ کہاں سے آئے ہیں، یہ تو جنگل ہے۔ آپ شہری آدمی دکھائی دیتے ہیں اور پھر بہت سی باتیں کیں۔ تقریباً 20 یا 25 منٹ ساتھ رہے پھر ایک جانب چلے گئے۔ اس ساتھی نے واپس آکر بستی کے ایک آدمی سے جو وہیں قریب ہی موجود تھا۔ بعد سلام و دعا کے پوچھا یہ شخص کون تھا۔ اس نے اپنی اردو اور علاقائی ملی جلی زبان میں جواب دیا کہ میں نے تو آپ کے ساتھ کسی کو نہیں دیکھا۔ اس ساتھی نے اصرار کیا کہ ابھی کچھ ہی دیر پہلے سمندر کے کنارے چٹانوں پر ایک آدمی میرے ساتھ محوِ گفتگو تھا۔ مگر مقامی اس بات کا انکاری تھا کہ آپ کے پاس کوئی تھا۔ جب اس مقامی کو حلیہ بتایا تو کہا کہ اس حلیے کا آدمی ہماری بستی میں اور اتنا صاف اُردو بولنے والا کوئی نہیں۔ تو یہ ساتھی حیران ہوئے۔ پھر اچانک دعا کا اور اس مقام کا خیال آیا تو اس مقامی سے اس روایت کے مطابق کہ یہاں خواجہ خضر علیہ السلام تشریف لاتے ہیں ذکر کیا تو اس نے کہا، ہاں ہمارے باپ دادا سے روایت ضرور ہے مگر بہت ہی کم لوگوں سے خواجہ خضر علیہ السلام کی ملاقات ہوئی ہے۔ ہوسکتا ہے جس شخص نے آپ سے گفتگو کی یہ خواجہ خضر علیہ السلام ہوں۔ واللہ اعلم باالصّواب

ان واقعات سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ خضر علیہ السلام زِندہ ہیں اور مقبول لوگوں سے اللہ کے نیک بندوں سے ملاقات بھی کرتے ہیں۔ کیونکہ جن روایتوں کا اوپر ذِکر ہوا ان کے راوی عام لوگ نہیں بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جن سے تاریخ اسلام کے اوراق جگمگا رہے ہیں۔

تصوف اور واقعۂ خِضر و موسیٰ علیھم السّلام

صوفیاء اور عرفاء نے قرآن مجید کی سورۃ کہف میں مذکور حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعے کو تمثیلاً سالک اور مردِ کامل یا پیر و مرید کے معاملات پر قیاس کیا ہے۔

قرآنِ مجید فرقانِ حمید اپنے معانی و مطالیب کی گہرائی و گیرائی میں کس قدر وسعتیں اپنے اندر رکھتا ہے اس کا اندازہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول سے ہوتا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ اگر میرے اونٹ کی رسّی بھی کھو جاتی ہے تو میں قرآن سے ڈھونڈ لیتا ہوں۔ اسی طرح شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ گھوڑے سے گر پڑے۔ تھوڑی دیر یونہی پڑے رہے کسی نے پوچھا، حضرت کیا ہوا! فرمایا، میں سوچ رہا تھا میرے گھوڑے سے گرنے کا واقعہ قرآن میں کہاں موجود ہے۔ اب مجھے یاد آ گیا کہ فلاں جگہ ہے...... قرآن مجید کی آیات کے حقیقی معنوں سے انکار کسی بھی صورت میں نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن اگر قرآنی واقعات کو کسی اور معاملے پر قیاس کر لیا جائے اور اس سے ایمان و اسلام پر بھی کوئی ضرب نہ پڑتی ہو تو اس سے کسی کو بھی اختلاف نہیں۔ رہا مختلف معانی کا سوال تو یہ قرآن مجید ہے کلام اللہ ہے۔ عرفاء کے کلام کے ہی کئی کئی معانی بیان کیے گئے ہیں۔

ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ حضور مولانا روم علیہ الرحمۃ کے اس شعر کے معنی کیا ہیں،

دِل بدست آور کہ حجِ اکبر است　　　از ہزاراں کعبہ یک دِل بہتر است

آپ نے فرمایا کہ ایک معنی تو یہ ہیں کہ تو اپنا دل تھام لے۔ تیرا دل جو نفسانی خواہشات کی پیروی میں لگا رہتا ہے۔ دنیا کی محبت اور حُبِّ مال وحُبِّ جاہ کی طلب میں سرگرداں رہتا ہے۔ ان تمام معاملات سے دل کو ہٹا کر دل اللہ کی راہ میں ایک جگہ ٹھہرا دے۔ بس یہ حجِ اکبر کے برابر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کا دل اڑتے پتے کی طرح ہے جسے نفسانی خواہشات کی آندھیاں دُنیا کی محبت کی تیز ہوائیں اِدھر سے اُدھر اُڑائے پھرتی ہیں پس اگر تو یہ چاہے کہ تجھے اللہ کی محبت اور قربت حاصل ہو تو اپنے دل کو اللہ کی راہ میں لگا دے جب تیرا دِل اللہ کی راہ میں قرار پا جائے گا۔ استقامت پا جائے گا تو تجھے قلبِ سلیم عطا کر دیا جائے گا یعنی سلامتی والا دِل......

مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ...... تو اپنے دل کو نفس اور دُنیا کی راہ سے ہٹا کر اللہ کی راہ میں لگا دے یہ کام حجِ اکبر کے برابر ہے اور تیرا دل اس کعبے سے جس کے گرد تو دنیا کی محبت میں نفسانی خواہشات کی پیروی میں ڈوب کر طواف کرے گا ایسے ہزاروں طوافوں سے ہزاروں کعبوں سے یہ تیرا ایک دل بہتر ہوگا۔

پھر آپ نے فرمایا، دوسرا مطلب یہ ہے کہ...... دُل بدست آور' یعنی کسی ایسے کے دل کو ہاتھ میں لے لے جس کے دل کو اللہ نے اپنی راہ میں استقامت عطا فرمادی ہو۔ تُو ایسے دل والے کے دامن سے وابستہ ہوجا، جس کا دل اللہ کی محبت سے لبریز ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر زمین اپنی وسعتوں میں کروڑوں گنا بڑھ جائے تو اللہ کو اپنے اندر نہیں سما سکتی۔ نہ ہی آسمان لاکھوں گناہ وسیع ہوجائے تو اللہ کو اپنے اندر سما سکتا ہے۔ ہاں قلبِ مومن ایسی جگہ ہے جہاں اللہ ربّ العزّت کے انوار و تجلیات کا ہر لمحہ نزول ہوتا رہتا ہے۔ 'قلبُ المؤمن عرش اللّٰہ تعالیٰ' 'مومن کا دِل اللہ کا عرش ہوتا ہے۔'

کسی پنجابی شاعر نے کیا خوب کہا ہے،

مسجد ڈھائیں مندر ڈھائیں، ڈھائیں جو کچھ ڈھیندا
پر اِک بندے دا دِل نہ ڈھائیں، ربّ دِلاں وچ رہیندا

مطلب ایسی مسجد ایسے مندر جہاں ریا کاری سے دنیا کے دکھاوے کیلئے عبادتیں ہوتی ہیں توڑ دینا۔ توڑ دے جو کچھ تجھ سے ٹوٹ سکتا ہے۔ مگر اللہ کے کسی بندے کا دِل مت توڑنا کہ اللہ بندوں کے دِلوں میں رہتا ہے۔ تو بس کسی ایسے اللہ کے بندے کی چوکھٹ سے وابستہ ہوجا جس کے دِل کو اللہ نے اپنا عرش بنالیا ہو۔ اپنے ذِکر کو جس کے دل کا چین اور اطمینان بنا دیا ہو۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب 'بے شک اللہ کا ذکر ہی دِلوں کا اطمینان ہے۔' ایسے بندے کے دروازے سے وابستہ ہونا ہی حجِ اکبر ہے اور وہ کعبہ جس کے گرد تو اپنی خواہشات کے ساتھ دنیا کی محبت کے ساتھ طواف کرے گا۔ اس کعبہ سے یہ دل ہزار درجہ بہتر ہے، پھر فرمایا اس شعر کے بھی کئی معانی ہیں، وہ تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں گے۔ اللہ اکبر جب ایک عارف کے کلام کے کئی کئی معانی ہوسکتے ہیں تو پھر قرآن مجید کے معانی کی کیا بات ہے مگر معانی کے ساتھ ساتھ یہ نکتہ پیشِ نظر رہے کہ کہیں حقیقی اور ظاہری معانی میں ان دوسرے معانی سے کوئی اختلاف تو نہیں ہو رہا اگر نہیں تو پھر ٹھیک وگرنہ کفر کا احتمال ہے اور یہ معاملہ تحریف میں گردانا جائے گا۔

بزرگوں نے حضرت خضر علیہ السلام و حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعے کو پیر اور مرید کے معاملات پر قیاس کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ دیکھو جب علمِ باطن سکھانے کی بات ہوئی تو حضرتِ خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا، آپ صبر نہ کرسکیں گے۔ کہا میں صبر کروں گا۔ مطلب جو معاملہ بھی میرے ساتھ دیکھو کیوں نہ کرنا علم باطن کی ابتدا فرمانبرداری سے ہوتی ہے۔ یہاں چوں چرا کی گنجائش نہیں ہوتی۔ وہی پیالہ بھرا جاتا ہے جو خالی ہوتا ہے۔ اسی ہاتھ کو عطا کیا جاتا ہے جو نیچے ہوتا ہے۔

اب خضر علیہ السلام ایک کشتی میں سوار ہو کر کسی شہر کی جانب جا رہے ہیں کہ اثنائے راہ میں کشتی کے تختے اکھاڑ دیتے ہیں مگر اس کے باوجود کشتی ڈوبتی نہیں بظاہر یہ ایک غلط بات ہے کہ جن لوگوں نے آپ کی عزّت کی اور آپ سے کرایہ تک نہیں لیا، آپ ان کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔

مگر عرفاء فرماتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام استاد کے روپ میں پیر کے روپ میں شاگرد کو مرید کو سبق دے رہے ہیں کہ کشتی جس کو بظاہر میں نے نقصان پہنچایا ہے نقصان میں نہیں رہی بلکہ اس کے مالکوں کو میں نے فائدہ پہنچایا ہے۔

ظاہر میں تو یہ لکڑی کی کشتی ہے مگر یہاں سبق دیا جا رہا ہے کہ یہ کشتی بدن ہے۔ کشتی جسم ہے جس پر روح سوار ہے غاصب بادشاہ یعنی ابلیس اپنے سپاہی نفس کے ذریعے خوبصورت کشتیوں پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ پس اے مرید اے راہ سلوک کے مسافر اگر تو یہ چاہتا ہے کہ تیری کشتیِ جسم غاصب بادشاہ ابلیس اور اس کے سپاہ نفسِ امارہ سے محفوظ رہے تو تُو جسم کی خوبصورتی پر توجہ نہ دے بلکہ بھوک کا تختہ نکال دے، خواہشات کا تختہ نکال دے اور باطنی طور پر کشتیِ جسم کو اتنا بدنما کر لے کہ غاصب بادشاہ اس پر قبضہ نہ جما سکے۔ جس طرح کشتی سے تختے نکال دیئے گئے مگر کشتی ڈوبی نہیں۔ اسی طرح اگر تو ریاضتیں اور مجاہدے کرے راتوں کو جاگے، روزہ رکھے تو 'مرے' گا نہیں بلکہ تجھے حیاتِ ابدی عطا کر دی جائے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، شیطان انسان کی رگوں میں خون کے ساتھ گردش کرتا ہے اگر تم اس کے تسلط سے بچنا چاہتے ہو تو روزہ رکھو اس سے اس کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں اور وہ کمزور پڑ جاتا ہے یعنی بھوکا رہ کر شیطان سے بچا جا سکتا ہے۔

بظاہر تو یہ بات عجیب سی لگتی ہے لیکن حقیقت میں ایسا ہی ہے۔ روایت میں ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شیطان سے ملاقات ہوئی، بات چیت ہوئی۔ آپ نے پوچھا، ذرا یہ تو بتا کہ تیرا سب سے آسان شکار کون ہوتا ہے؟ ابلیس نے کہا، وہ لوگ جو پیٹ بھر کر کھاتے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے سنا تو فرمایا، مجھے قسم ہے اللہ ربّ العزت کی میں آج کے بعد کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھاؤں گا۔ شیطان نے یہ سن کر فوراً کہا مجھے بھی قسم ہے اللہ کی میں آج کے بعد کسی انسان کو کوئی کام کی بات نہیں بتلاؤں گا۔

اللہ ربّ العزت فرماتا ہے، الذین جاھدو و فینا لنھدینا ھم سبلنا ○ 'جو ہمارے لئے مجاہدہ کرتے ہیں ہم ان پر اپنی راہیں کھول دیتے ہیں۔' یعنی جس نے ریاضتیں کیں مجاہدے کئے۔ ہمیں پانے کیلئے تگ و دو کی۔ اپنے نفس سے جنگ کا آغاز کر دیا۔ نفس کہتا ہے پیٹ بھر کر کھانا، نفس کہتا ہے نیند بھر کر سونا، نفس نے حرام حلال کی امتیاز ختم کر دیا۔ نخوت، کبر، انا، حُبِّ دُنیا، حُبِّ جاہ وحُبِّ مال کی طرف دِل کو راغب کر دیا۔ ان تمام باتوں سے گریز بلکہ نفرت کرنا۔ نفس کے خلاف چلنا ہی تو ہے۔ پس جس نے ایسا کیا ہم اس پر ہدایت کے دروزے کھول دیتے ہیں اور اسے اپنے قرب ووصال سے نوازتے ہیں۔

حضرتِ خضر علیہ السلام اس طرف اِشارہ فرماتے ہیں کہ اگر تو یہ چاہتا ہے کہ کشتی کے مالک یعنی روح کو فائدہ پہنچے تو جسم کو کمزور کردے۔ بس تیری روح مضبوط سے مضبوط تر ہوتی چلی جائے گی اور اگر روح کی قوت اور سلامتی پر توجہ نہ دی گئی تو ایک نہ ایک دن غاصب بادشاہ کشتیِ جسم پر اپنا قبضہ جمالے گا۔ جسم اگر قوی ہوا تو چونکہ دونوں ایک دوسرے کی صحبت میں رہتے ہیں روح کمزور ہونے کے سبب سے جسم کی عادتیں اپنالے گی۔ جو روح کے لئے مضر ہیں، جسم بیمار ہوتا ہے، جسم کو فناء ہے ایک دِن مٹی میں ملنا ہے۔ تو روح پر بھی یہی حالت وارد ہو جائے گی۔ جبکہ اس کے برعکس اگر تو نے روح کی سلامتی اور قوت پر توجّہ دی تو ایک نہ ایک دن جسم بھی روح کی صحبت میں رہ کر روح کی عادتیں اپنا کر ظاہری اسباب سے بے نیاز ہو جائے گا۔ جس طرح روح کو کھانے کی حاجت نہیں جسم بھی غذا سے بے نیاز، جس طرح روح کو نیند کی ضرورت نہیں پھر جسم بھی نیند سے آزاد، جس طرح روح بے نفس ہے جسم بھی بے نفس ہو جائے گا۔ حتیٰ کہ جس طرح روح کے لئے زمان و مکان کے فاصلوں کی اہمیت نہیں اسی طرح بالآخر جسم بھی (ٹائم اینڈ اسپیس) زمان و مکان کے فاصلوں سے آزاد ہو جائے گا۔

اس سبق کے بعد حضرت خضر علیہ السلام دوسرا سبق دیتے ہیں، ایک لڑکے کو قتل کر کے اس کے والدین کی بھلائی چاہتے ہیں۔

عرفاء فرماتے ہیں کہ وہ یہاں قتل نفس کا حکم دے کر روح کی ابدی اور دائمی بھلائی کا سبق دے رہے ہیں۔ 'لڑکا' نفس امّارہ ہے اور اسکے والدین روح و جسم بظاہر نفس سے اختلاف، ضروریاتِ جسمانی سے اختلاف، خواہشات کا قتل جسم انسانی کی موت کا سبب ہے مگر حضرت خضر علیہ السلام اس واقعے سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ جس نے اپنے نفس (نفس امارہ) کو قتل کر دیا اس نے دراصل اپنے ربّ کی رضا حاصل کر لی اور وہ دائمی خوشی و راحت کو پا یا گیا۔ اللہ ربّ العزت فرماتا ہے،

و اما من خاف مقام ربه و نهى النفس عن الهوى فان الجنه هى الماوى

ترجمۂ کنزالایمان : اور جو شخص اللہ کے سامنے حساب کتاب کے لئے حاضر ہونے سے ڈرا
اور نفس کو خواہشات سے روکا، پس جنّت اس کا ٹھکانہ بن گیا۔

نفس کی خودی، انانیت اور ہستی کو جب تک نہ مٹایا جائے انسان کو روحانی عروج حاصل نہیں ہوتا اور روحانی عروج کے حصول کے بغیر انسان اپنے مقصدِ حیات کو نہیں پا سکتا۔

نفس کی فنا ہی دراصل عروجِ روحانی اور جسمِ انسانی کی بقاء ہے۔ ہم اور آپ دیکھتے ہیں کہ دانہ اور بیج جب تک اپنے آپ کو زمین کے اندر مٹا نہیں دیتا ہرگز سرسبز نہیں ہوتا اور نہ پھلتا پھولتا ہے۔ بس جان لینا کہ نفس کی فنا میں اس کی بقاء ہے اور نفس کی خودی اور بلندی کو قائم رکھنا اس کی تباہی کا موجب ہے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

و من کان فی قلبه ذره من الکبر لا یدخل الجنّة

یعنی جس کے دل میں ذرّہ برابر بھی کبر اور انانیت ہوگی وہ جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوگا۔

اب بھی اگر کوئی نفس کو نہ پہچانے تو یہ بڑی جہالت کی بات ہوگی کیونکہ نفس کی پہچان میں ہی ربّ کی پہچان ہے۔

من عرف نفسه فقد عرف ربه

جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے ربّ کو پہچانا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

من عرف نفسه با الفناء فقد عرف ربه با البقاء

پس جس شخص نے نفس کو اللہ کی راہ میں فناء کر دیا وہ اللہ کے کرم سے زِندہ جاوید ہو گیا۔

نفس کے قتل اور موت سے مراد یہ ہرگز نہیں کہ اسے رہبانیت مجاہدے اور بھوک پیاس سے ہلاک کر دیا جائے بلکہ اس کی حیوانی خواہشات اور بری عادات کے بدلے اسے عمدہ شرعی اخلاق اور پاک روحانی صفات سے متصف کر دیا جائے۔

یوں خواہشاتِ نفسانی اور عاداتِ حیوانی کا ترک **موتو اقبل ان تموتو** 'یعنی مرجاؤ اس سے پہلے کہ تمہیں موت آئے' یعنی معمولی موت اور روحانی حیات کا مصداق بن جاتا ہے۔

قرآن کریم میں اللہ ربّ العزت فرماتا ہے، اور جب سوال کیا ابراہیم نے کہا کہ اے میرے ربّ مجھے دکھا دے تو مردے کس طرح زِندہ کرتا ہے' اللہ نے فرمایا، 'کیا تو نہیں مانتا کہ میں مردے زِندہ کرتا ہوں' ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا، بالکل یہ میرا ایمان ہے مگر میں اپنے دل کا اطمینان چاہتا ہوں۔ پھر اللہ نے فرمایا، ابراہیم (علیہ السلام) چار پرندے لے اور انہیں اپنے ساتھ سدھالے پھر ان کے ٹکڑے کر کے مختلف پہاڑوں پر رکھ دے اور نہیں بلا وہ تیری طرف دوڑے آئیں گے اور تو جان لے گا کہ اللہ تعالیٰ بڑی حکمت والا ہے۔

یہاں پرندوں سے مراد نفس کی بیماریاں ہیں۔ یعنی مختلف انسانی خصائل اور صفات تکبر، انا، شہوات اور حرص و لالچ وغیرہ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے قلب کے اطمینان کے لئے اللہ ربّ العزت سے عرض کیا کہ 'مولا مجھے دکھا کہ فنا کے بعد تُو بقاء کس طرح عطا فرماتا ہے' جب ایک چیز پر موت طاری ہوگئی تو پھر تو اسے کس طرح زندگی اور حیات عطا فرماتا ہے۔

اللہ ربّ العزت نے فرمایا کہ ان چار پرندوں کو تو ذبح کر، کچل دے کہ ان میں زندگی اور حیات کی رمق تک باقی نہ رہے پھر دیکھ کہ میں موت کے بعد زندگی کس طرح عطا فرماتا ہوں۔

ہم کو آیۂ کریمہ کے حقیقی اور ظاہری معنوں سے کوئی اختلاف نہیں مگر قرآنِ کریم میں آپ جتنا غور وفکر اور تدبیر کریں گے۔ اللہ ربّ العزت آپ پر اتنے ہی عجیب وغریب معانی آشکار فرماتا جائے گا۔

مفسرینِ کرام نے اپنی تفاسیر میں ان پرندوں کے متعلق لکھا ہے کہ وہ پرندے کبوتر، مور، کوّا اور مرغ تھے۔

اب آپ غور کریں تو بات سمجھ میں آتی ہے کہ کبوتر اپنی اُڑان کی وجہ سے پہچانا جاتا ہے جبکہ مور خوبصورتی اور مرغ شہوت سے، کوّے کے بارے میں کئی محاورے اور ضرب الامثال عوام میں مشہور ہے کہ ان چاروں پرندوں (نفس کی فنا اور بقاء پر نکتہ سمجھایا جارہا ہے) یعنی کبوتر، مور، مرغ اور کوّے کو قتل کردو پھر دیکھو کہ میں زندگی کیسے عطا فرماتا ہوں۔ پس یہ نکتہ سالک کے لئے ہے جو اپنی اِصلاح چاہتا ہے اس کے لئے وضاحت سے بیان کردیا گیا۔

'تکبر' بڑائی جس کی کبوتر سے مثال دی گئی، 'خود پسندی' جس کی علامت مور کو بتایا گیا، 'حرص ولالچ' کی کوّے کے ذریعے نشان دہی کی گئی اور آخر میں 'شہواتِ نفسانی' جس کی مثال کے لئے مرغ کی طرف اشارہ دیا گیا۔

پس نفسِ انسانی کی ان عاداتِ قبیحہ (بری عادات) کو اگر ذبح کردیا جائے، انہیں قتل کردیا جائے تو اللہ ربّ العزّت نفس کو ابدی زِندگی وحیات جاودانی عطا فرماتا ہے۔

پہلے بھی کہا جاچکا ہے کہ قتلِ نفس سے مراد اور نفس کی موت سے مراد اس کی فطری برائیوں کو دُور کرنا ہے اور جب یہ دُور ہوجاتی ہیں تو اللہ اس نفس کے حامل کو روحانی عروج فرما کر اپنا محبوب بنالیتا ہے جب سالک اپنے نفس کو اللہ کی محبت اور عشق کی چھری سے ہلاک کردیتا ہے تو اس وقت یہ خواہشاتِ نفسانی اور جذباتِ انسانی اس طرح معدوم ہوجاتے ہیں۔ گویا انہیں کچل کر اور ریزہ ریزہ کرکے کہیں دُور پہاڑوں پر رکھ دیا گیا ہو اور پھر جب اللہ ربّ العزت اس کو اپنے وصل سے سیراب کرتا ہے اور اس کو بقاء کا جام عطا فرماتا ہے تو تمام فطری اور انسانی جذبات، اس حکمت والے کے حکم سے سالک کے وجود کی طرف دوڑ کر آجاتے ہیں اور اس طرح پھر اسے فناء سے بقاء کا درجہ عطا فرمادیا جاتا ہے۔

مٹادے اپنی ہستی کو گر کچھ مرتبہ چاہئے   کہ دانہ خاک میں مل کر گلِ گلزار ہوتا ہے

آخری واقعے میں مرید کی تربیّت کیلئے اس طرف اشارہ فرمایا کہ یہ خزانہ اگر وقت سے پہلے آشکار ہوجاتا تو خزانے کے اصل مالک اس تک نہ پہنچ پاتے۔ بلکہ لوگ اس خزانے کو لوٹ کرلے جاتے۔

مردِ کامل نے اس خزانے کے قبل از وقت ظاہر ہونے کو روکا اور وقتِ مناسب تک کیلئے اس کے اخفاء کا بندوبست کردیا۔

یہاں پیرِ کامل کی ضرورت کا احساس دلایا ہے کہ جب تو ان دونوں مراحل سے گذرے گا (یعنی ریاضت ومجاہدہ اور قتلِ نفس) تو ایک بڑا مرحلہ تیرا منتظر ہوگا۔

اے سالک، اے طالب و مرید یاد رکھ کہ اس راہ میں کئی ایسے مقام آئیں گے کہ تجھے یہ گمان ہوگا کہ تو ولایت کے درجوں کو طے کرتا ہوا اس مقام پر پہنچ گیا ہے کہ جس کا تو طالب تھا۔ مگر تو نہیں جانتا کہ یہ خطرۂ نفسانی ہے یا خطرۂ شیطانی یا خطرۂ رحمانی پھر ایسا بھی ہوگا کہ مکاشفات اور سچے خوابوں کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ اگر تو نے ان باتوں پر دھیان دیا یعنی ان کو ظاہر کرنا شروع کر دیا تو اصل خزانے (معرفتِ الٰہی) تک پہنچنا دشوار ہوگا۔ پس تجھے یہاں ایک راہ نما کی ضرورت محسوس ہوگی جو یہ جانتا ہو کہ کیا تو بلوغت تک سنِ شعور پہنچ گیا ہے اگر ہاں تو اب اس خزانے کا جو تجھ کو ملا اظہار ہو ورنہ تجھے تو کچھ نہ ملے گا۔

ہاں دنیا دار سب لوٹ کھائیں گے اور تو اسی طرح تہی دامن رہے گا۔ پس ضروری ہے کہ کوئی مردِ درویش اس راہ کا آشنا تیری مدد کرے اس خزانے کو جو تجھے ملنا ہے۔ اس وقت تک کے لئے دنیا کی نظروں سے پوشیدہ رکھے جب تک کیلئے تو اس خزانے کا صحیح مصرف نہیں جانتا اس کا اخفاء ہی تیرے لئے بہتر ہے۔

اور وہ کوئی دوسرا ہی کر سکتا ہے۔ اس واقعے میں پیرِ کامل کی ضرورت کا احساس دلایا گیا ہے کہ بغیر استاد، بغیر راہ نما کے راہِ سلوک طے کرنا نہایت دشوار ہے۔

اس کتاب کی تیاری میں جن کتابوں سے مدد لی گئی

نمبر شمار	کتاب	مصنف کا نام	صفحہ نمبر
1	قرآن مجید تفسیر خزائن العرفان	حضرت مولانا نعیم الدین مرادآبادی	سورۃ کہف،۸۲
2	قصص الانبیاء	مولانا غلام نبی	۱۱۸
3	اقتباس الانوار	محمد اکرم قدوسی چشتی صابری	۱۷۸
4	مہر منیر	مولانا فیض احمد فیض	۱۵۶
5	تربیۃ العشاق	کیپٹن محمد بخش سیال	۷۴۰
6	تذکرہ اولیائے پاکستان	عالم فقری	۲۲۳
7	مقامِ فرید	محمد اقبال صدیقی	۲۶
8	فوائد الفواد	مرتب: حسن علامہ سنجری	۲۲۴-۳۲۵
9	حیاتِ خضر علیہ السلام	میاں ظاہر شاہ قادری	--
10	اخبار الاخیار	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۴۸
11	نزہۃ البساتین	ابی محمد عبداللہ یافعی	۴۱۷
12	سبع سنابل	میر عبدالواحد بلگرامی	۳۸۷
13	تذکرہ غوثیہ	مرتب: حسن علامہ سنجری	۹۲-۴۸۸
14	شرح جوامع الکلم	مترجم وشارح کیپٹن محمد بخش سیال	۵۱۳-۱۸۰
15	حقیقت گلزار صابری	مولانا حسن رامپوری چشتی صابری	۸۸